ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۶ فروری ۱۹۶۵ء
۲۳ شوال ۱۳۸۴ھ
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۞ لاہور

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُہٗ حَتّٰی سَبَقُوا الْمُشْرِکِیْنَ اِلٰی بَدْرٍ وَجَاءَ الْمُشْرِکُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُقَدِّمَنَّ اَحَدٌ مِّنْکُمْ اِلٰی شَیْءٍ حَتّٰی اَکُوْنَ اَنَا دُوْنَہٗ، فَدَنَا الْمُشْرِکُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "قُوْمُوْا اِلٰی جَنَّۃٍ عَرْضُہَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ"۔ قَالَ یَقُوْلُ عُمَیْرُ بْنُ الْحُمَامِ الْاَنْصَارِیُّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ جَنَّۃٌ عَرْضُہَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ؟ قَالَ "نَعَمْ"، قَالَ: بَخٍ بَخٍ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا یَحْمِلُکَ عَلٰی قَوْلِکَ بَخٍ بَخٍ؟ قَالَ: لَا وَاللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِلَّا رَجَاءَ اَنْ اَکُوْنَ مِنْ اَہْلِہَا قَالَ: "فَاِنَّکَ مِنْ اَہْلِہَا"، فَاَخْرَجَ تَمَرَاتٍ مِّنْ قَرَنِہٖ فَجَعَلَ یَاْکُلُ مِنْہُنَّ ثُمَّ قَالَ: لَئِنْ اَنَا حَیِیْتُ حَتّٰی اٰکُلَ تَمَرَاتِیْ ہٰذِہٖ اِنَّہَا لَحَیٰوۃٌ طَوِیْلَۃٌ فَرَمٰی بِمَا کَانَ مَعَہٗ مِنَ التَّمْرِ ثُمَّ قَاتَلَہُمْ حَتّٰی قُتِلَ۔

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ (واقعہ بدر نقل کرتے ہوئے) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب چل دئے۔ اور مشرکین سے پہلے بدر میں پہنچ گئے۔ اور مشرکین بھی آ گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک میں آگے نہ بڑھوں تم میں سے کوئی کسی چیز کی طرف پیش قدمی نہ کرے۔ پھر جب مشرکین قریب آ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اب جنت میں جانے کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ جس کا عرض آسمان و زمین کے برابر ہے۔ (حضرت انس رضؓ بیان کرتے ہیں) کہ عمیر بن الحمام الانصاری کہنے لگے کہ یا رسولؐ اللہ! جنّت کا عرض آسمان و زمین کے برابر ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں، (جنت کا عرض آسمان و زمین کے برابر ہے) حضرت عمیرؓ نے کہا واہ! واہ!! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ حضرت عمیرؓ نے عرض کیا۔ کہ نہیں خدا کی قسم! یا رسولؐ اللہ! مَیں نے یہ بات صرف اس امید پر کہی تھی کہ مَیں بھی جنت والوں میں سے ہو جاتا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم اہل جنّت میں شامل ہو۔ تو حضرت عمیرؓ نے کچھ چھوہارے اپنے ترکش میں سے نکالے اور ان کو کھانا شروع کیا۔ پھر کہنے لگے کہ اگر مَیں اپنے ان چھوہاروں کو ختم کرنے تک زندہ رہا۔ تو بڑا وقت ہو جائے گا (یہ کہہ کر) جو کچھ چھوہارے ان کے پاس تھے، ان کو پھینک دیا اور کفّار سے قتال کیا۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (مسلم)

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ جَاءَ نَاسٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنِ ابْعَثْ مَعَنَا رِجَالًا یُعَلِّمُوْنَا الْقُرْاٰنَ وَالسُّنَّۃَ، فَبَعَثَ اِلَیْہِمْ سَبْعِیْنَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ یُقَالُ لَہُمُ الْقُرَّاءُ فِیْہِمْ خَالِیْ حَرَامٌ، یَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَیَتَدَارَسُوْنَہٗ بِاللَّیْلِ یَتَعَلَّمُوْنَ وَکَانُوْا بِالنَّہَارِ یَجِیْئُوْنَ بِالْمَاءِ فَیَضَعُوْنَہٗ فِی الْمَسْجِدِ وَیَحْتَطِبُوْنَ فَیَبِیْعُوْنَہٗ وَیَشْتَرُوْنَ بِہِ الطَّعَامَ لِاَہْلِ الصُّفَّۃِ وَلِلْفُقَرَاءِ فَبَعَثَہُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَعَرَضُوْا لَہُمْ فَقَتَلُوْہُمْ قَبْلَ اَنْ یَّبْلُغُوا الْمَکَانَ فَقَالُوْا: اَللّٰہُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِیَّنَا اَنَّا قَدْ لَقِیْنَاکَ فَرَضِیْنَا عَنْکَ وَرَضِیْتَ عَنَّا وَاَتٰی رَجُلٌ حَرَامًا خَالَ اَنَسٍ مِّنْ خَلْفِہٖ فَطَعَنَہٗ بِرُمْحٍ حَتّٰی اَنْفَذَہٗ فَقَالَ حَرَامٌ: فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اِخْوَانَکُمْ قَدْ قُتِلُوْا وَاِنَّہُمْ قَالُوْا اَللّٰہُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِیَّنَا اَنَّا قَدْ لَقِیْنَاکَ فَرَضِیْنَا عَنْکَ وَرَضِیْتَ عَنَّا۔ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چند آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے (اور کہا) کہ ہمارے ساتھ چند ایسے آدمیوں کو بھیج دیجئے۔ جو کہ ہمیں قرآن و حدیث سکھلائیں۔ آپ نے ان کی طرف ستر انصاریوں کو بھیج دیا جنہیں قراء کہا جاتا تھا۔ ان میں میرے ماموں حرام بھی تھے۔ یہ لوگ قرآن پڑھا کرتے تھے اور راتوں کو قرآن کے درس و تدریس اور سیکھنے میں مشغول رہتے تھے۔ دن کو پانی لا کر مسجد میں رکھتے تھے اور لکڑیاں چُنا کرتے تھے اور اس کو بیچ کر اہلِ صفہ (جماعت صحابہ جو طلب علم کے لئے مسجد میں رہتے تھے) اور فقراء کے لئے کھانا خریدتے (خیر) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کو ان کے ہمراہ روانہ کر دیا۔ ان کم بختوں نے جائے مقررہ تک پہنچنے سے پہلے ہی پہلے ان کو قتل کر دیا۔ ان میں سے ہر ایک نے کہا۔ کہ اے اللہ! ہمارا پیغام ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دے۔ کہ ہم تیرے پاس پہنچ گئے۔ ہم تجھ سے راضی ہیں اور تو ہم سے راضی ہے۔ (راوی کہتے ہیں) کہ ایک شخص حضرت حرامؓ حضرت انس رضؓ کے ماموں کے پاس پیچھے سے آیا اور ان کے نیزہ مارا حتّٰی کہ پار کر دیا تو حضرت حرامؓ نے فرمایا۔ رب کعبہ کی قسم مَیں تو کامیاب ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے بھائی قتل کر دئے گئے۔ اور انہوں نے کہا کہ اے اللہ! ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف سے یہ پیغام دے کہ ہم تیرے پاس آ گئے ہیں کہ ہم تجھ سے راضی ہیں اور تُو ہم سے راضی ہے۔

محمدؐ کی غلامی دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو ایماں نامکمل ہے

— حفیظ جالندھری

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

خدام الدین

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۰ | ۲۳ شوال ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۶ فروری ۱۹۶۵ء | شمارہ ۴۱

اخباری اطلاعات کے مطابق گورو نانک پورہ دلائلپور کے ایک بدکردار، بدراہ اور شقی القلب نوجوان نے قرآن مجید کو زمین پر دے مارا، اوراق پھاڑ دیئے، انہیں جلایا اور گندی نالی میں پھینک دیا۔ ہمیں یقین نہیں آتا تھا کہ مسلمانوں کے گھر پیدا ہونے والا کوئی بدترین شخص بھی اس قسم کی کافرانہ جسارت کر سکتا ہے چنانچہ اسی لئے ہم نے اس المناک اور روح فرسا سانحہ پر کچھ لکھنے سے گریز کیا۔ لیکن جب علماء لائلپور کی طرف سے منعقدہ پریس کانفرنس میں مولانا مفتی زین العابدین کا بیان ہفت روزہ "المنبر" کی وساطت سے سامنے آیا تو انتہائی درد وکرب اور رنج و الم کے ساتھ ہمیں یہ باور کرنا پڑا کہ اس قسم کی خبیث روحیں بھی دنیا میں موجود ہیں جو اہانت کلام اللہ کا جرم اپنے سر لے سکتی ہیں۔ مفتی صاحب کے بیان کا متن حسب ذیل ہے۔

مسلمان گھرانے کے ایک بدقماش نوجوان کی یہ حرکت کہ وہ اسلامیان عالم کی محبوب ترین متاع اور عزیز از جان سرمایۂ حیات قرآن مجید کو پاؤں تلے روندے پھاڑے اور اس کے مقدس ترین اوراق کو گندی نالی میں پھینک دے اس کا تصور اس دور ضلالت سے قبل نہیں کیا جا سکتا۔

گورو نانک پورہ کے اس بدکردار نوجوان نے یہ اندوہناک فعل اس وقت کیا جب وہ ریڈیو کے فحش گانے سننے پر مصر تھا اور اس کی ہمشیرہ اسلامی غیرت اور انسانی حیا سے مجبور ہو کر اسے گندے گانوں کے سننے سے اجتناب کا مشورہ دے رہی تھی۔ یہ واقعہ ہر مسلمان کے ایمان اور غیرت کو کھلا چیلنج ہے اور اس کے وقوع پذیر ہونے کے بعد ملک کے دینی حلقوں، علماء و اخبارات، سیاسی گروہوں اور ارباب حکومت کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔ اور ان سب کا فرض ہے کہ اس المیہ کے اسباب کا جائزہ لیں اور ان کے سدِ باب کی کوشش کریں۔ اسلامی نقطۂ نظر سے مسلمان کا حقیقی اور اصلی سرمایہ اللہ رب العزت کی ذات اقدس پر ایمان اور سید الکونین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے محبت اور کتاب اللہ قرآن مجید اور حدیث پاک اور بیت اللہ کا احترام ہے۔ ایک صحیح العقیدہ مسلمان دنیا کی ہر مصیبت کو گوارا کر سکتا ہے لیکن ان پانچوں واجب الاحترام اور مراکز ایمانی کی توہین کا برداشت کرنا اس کے لئے ممکن نہیں اور اس بات پر امت کے تمام اہل علم متفق ہیں کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید کی توہین کا عمداً مرتکب ہوتا ہے تو اس کا یہ فعل ارتداد کے مترادف ہے اور اس کی سزا وہی ہونی چاہیئے جو ارتداد کی ہے قرآن عزیز کی اس صریح بے حرمتی کے اسباب تو کئی ایک ہو سکتے ہیں۔ لیکن بحیثیت مجموعی معاشرے کی بے راہ روی، بداخلاقی پر مشتمل کتب کی اشاعت، فلموں کی عریانی اور ریڈیو کے فحش اور نوجوانوں کو بدراہ کرنے والے نشریات سے جو ذہن تیار ہوتا ہے جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ کسی بڑے سے بڑے دینی جرم کے ارتکاب پر بھی ملکی قانون اس کی گرفت اور اس جرم کی قرار واقعی سزا دلانے سے قاصر ہے تو وہ اس قسم کی بے راہ روی اختیار کر لیتا ہے۔ جس قسم کی بے راہ روی اس بدکردار نے اختیار کی، اور اسی دن جھنگ میں ایک دوسرا نوجوان فحش گانا لگانے پر اصرار کے نتیجہ میں قتل ہوا۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ ارباب اختیار علمائے دین، مدیران جرائد اور دین سے محبت رکھنے والے دوسرے عناصر حسب ذیل امور کی جانب متوجہ ہوں۔

۱۔ ملک میں فی الفور ایسا قانون نافذ کیا جائے جس کی رو سے اللہ رب العزت، سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی بے حرمتی کے ارتکاب کو اس نوع کا جرم قرار دیا جائے جس قسم کا جرم ملک دشمنی، آئین کی توہین اور حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کو قرار دیا جاتا ہے اور اس کے لئے شدید تر سزائیں مقرر کی جائیں جو ان جرائم مذکورہ کے لئے مقرر ہیں۔

۲۔ حکومت کے زیر اقتدار رسائل، نشر و اشاعت بالخصوص ریڈیو کو ان گندے پروگراموں سے پاک کیا جائے جو نئی نسل کو اخلاق باختہ بنانے اور اسے دین سے دور رکھنے کا باعث ہیں

۳۔ فلموں کا شدید احتساب کیا جائے اور ان میں سے عریانی اور فحاشی کی لت میں مبتلا کرنے والی دینی قدروں سے منحرف کرنے والی اور قانون شکنی کا درس دینے والی فلموں کو بلا تاخیر ممنوع قرار دیا جائے۔

۴۔ اخبارات اپنے کالموں کو عریاں تصاویر سے پاک کریں اور اپنے قیمتی صفحات کو دین سے محبت پیدا کرنے والے، اسلامی قدروں کو فروغ دینے والے، نوجوانوں کو بے راہ روی سے بچنے کی تلقین پر مشتمل مقالات، مضامین اور مؤثر تلقین سے آراستہ کریں۔

۵۔ علماء دین اپنے فروعی اور فرقہ وارانہ اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر ان مشترک امور و مسائل میں متحد اور ایک دوسرے کے معاون کار بنیں جو سب کے نزدیک مسلم ہیں اور یہ سب مل جل کر معاشرہ میں ایمانی و اخلاقی ترویج اور نوجوانوں کو اسلامی شعور سے بہرہ ور کرنے کی مہم شروع کریں۔

۶۔ ان عیسائی تعلیمی اداروں سے مسلمانوں کو اپنے بچے اٹھا لینے کی تلقین کی جائے جو بچوں کو دین سے متنفر یا کم از کم دین سے بیگانہ بنا کر اسلام کے خلاف سازش میں مصروف ہیں، اور ان مدارس کے بالمقابل معیاری درسگاہیں قائم کی جائیں جو بچوں کو مروجہ تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم بھی دیں اور ان کی تربیت بھی کریں۔

۷۔ اس امر کا اہتمام کیا جائے کہ ہر محلہ میں قرآنی علوم کی درسگاہیں قائم کی جائیں۔ غیر فرقہ وارانہ تبلیغ اور اخلاقی اقدار کو فروغ دینے کا تبلیغی پروگرام شروع کیا جائے۔

۸۔ محلوں میں بداخلاقی پھیلانے والے لوگوں کا سراغ لگایا جائے اور قمار بازی، فحاشی، شراب کی کشید، شراب نوشی — (باقی صفحہ ۸ پر)

مجلس ذکر

دُعا عبادت کا مغز ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمد للہ و کفیٰ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

بزرگان محترم!

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر اور اس کا احسان ہے۔ کہ اس نے ہمیں ذکر و شغل اور نیک اعمال کی توفیق عنایت فرمائی ہے، اور یہ سب کچھ محض اس کے فضل و کرم سے ہے۔ اگر اس کا فضل شامل حال نہ ہو تو نیکی کی توفیق ہی سلب ہو جاتی ہے، یادِ خدا میں جی ہی نہیں لگتا، رب کے حضور سجدہ ریز ہونے کی فرصت ہی نصیب نہیں ہوتی۔ بلکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تو یہاں تک فرمایا کرتے تھے کہ ذکر و شغل اور نیکی کی توفیق تو ایک طرف رہی اللہ کے فضل کے بغیر تو ایمان بھی باقی نہیں رہتا۔

پس ہمیں چاہیئے کہ ہم ہر وقت اللہ جلّ شانہٗ سے ڈرتے رہیں اس کا فضل اور اُس کی بخشش طلب، کرتے رہیں۔ اپنے گناہوں پر نادم ہوں اور اعمال پر فخر نہ کریں۔ خدا کی زمین پر اِترا کر نہ چلیں۔ کہ بالآخر ہمیں بھی ایک دن اسی زمین کی آغوش میں جانا ہے۔ کبر و غرور، عجب و ریا، حسد و غیبت اور دوسرے امراض روحانی سے بچنے کی کوشش کریں۔ نیک مجالس میں اور اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھیں۔ اپنے گناہوں کا سائن بورڈ بنائیں اور ہر روز شام کو اس بورڈ پر نگاہ ڈالیں نیکیوں پر اللہ کا شکر ادا کریں۔ اور گناہوں پر توبہ کا دروازہ کھٹکھٹائیں۔ بارگاہِ خداوندی میں ہدیہ عجز و نیاز پیش کریں۔ اور ہر گھڑی اس کی مغفرت کے طالب رہیں کیونکہ ہر قدم پر ایمان کے ڈاکو مختلف رُوپ دھار کر گھات میں بیٹھے ہیں کہ کب کوئی بھولا بھالا مسلمان نظر آئے اور اس کا ایمان لوٹیں۔ بہرحال بات اللہ کے فضل پر ختم ہوتی ہے، جسے چاہے ہدایت کی راہ پر ڈال دے۔ اسی لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ انسان کو اپنے اعمال پر ناز کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ان کا اپنا معاملہ نفس کے ساتھ یہ تھا کہ اپنے آپ کو حقیر تر خیال فرماتے۔ کبر و غرور عجب اور نخوت کا نام و نشان بھی ان میں موجود نہ تھا، فرماتے تھے۔ میرے بزرگوں نے (اللہ تعالیٰ ان کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے) کبر و غرور کا تخم میرے اندر سے نکال کر رکھ دیا ہے۔

چنانچہ آپ حضرات نے اکثر ان کی زبان سے سنا ہوگا۔ کہ وہ خود کو کبھی گنہگار کہتے اور کبھی اپنے آپ کو سیاہ کار کے الفاظ سے یاد کرتے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام ظاہری و باطنی خوبیوں سے بدرجہ اتم نواز رکھا تھا۔ اور وہ اس قدر بلند مقام ولایت پر فائز تھے کہ ان کی نظیر ساری دنیا میں موجود نہ تھی۔ پھر بھی حال یہ تھا۔ کہ ایک پل تو کیا ایک سانس بھی اللہ کی یاد سے غافل نہ جانے دیتے۔

ہمیں بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہی تلقین فرماتے کہ رزق اور دنیا کی، کسی چیز کی فکر نہ کرنا، اللہ جلّ شانہٗ کی یاد کثرت سے کرنا اور دین کی خدمت اخلاصِ نیت اور استقامت سے کرتے رہنا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں کسی چیز سے محروم نہیں رکھے گا۔ اور اپنے فضل اور اپنی رحمت کے دروازے تم پر کھول دے گا۔

وادعوہ مخلصین لہ الدین

اور اس کے خالص فرمانبردار ہو کر اسے پکارو۔

حدیث شریف میں آتا ہے۔

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ

"دُعا عبادت کا مغز ہے"

دُعا بذات خود ایک بڑی عبادت ہے۔ تہجد کے وقت اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر جلوہ فروز ہوتے ہیں۔ اور مختلف انسانی حاجات کا نام لے لے کر پکارتے ہیں کہ ہے کوئی معافی مانگنے والا کہ اُسے معاف کر دوں ہے کوئی رزق مانگنے والا کہ اُسے رزق دوں ہے کوئی مصیبت زدہ کہ اس کی مصیبت دور کر دوں وغیرہ وغیرہ۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہم کو ایک وصیت فرمایا کرتے تھے۔ کہ بیٹا دُعا وقتاً فوقتاً کرتے رہو۔ شاید کوئی ایسا وقت ہو کہ اللہ تعالیٰ دُعا قبول فرمالیں اور بیڑہ پار ہو جائے۔

حضرتؒ فرماتے تھے کہ یہ میرے والدین کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ مجھے قرآن کی خدمت کی اللہ تعالیٰ نے توفیق دی۔ میں بھی کثرت سے اپنی شادی سے پہلے سے نیک اولاد کی دُعا مانگا کرتا تھا آج تم کو دیکھ کر میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔

ہمارے دادا اور دادی جان نومسلم تھے وہ ایک دوسرے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے تھے۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ از خود حضرت دین پوریؒ کی خدمت میں نہیں گئے۔ بلکہ ایک مرتبہ حضرت سندھیؒ سبق سنانے کے لئے گئے اور ساتھ حضرتؒ کو لے گئے۔ حضرت دین پوریؒ نے خود والد صاحبؒ کو بیعت فرمایا اور ذکر کی تلقین کی۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں نے آج تک کبھی ذکر میں ناغہ نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں

ادعوا ربکم تضرعا وخفیہ

اپنے رب کو عاجزی اور آہستگی سے پکارو۔

حدیث شریف میں آتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ "تین آدمیوں کی دُعا ردّ نہیں کی جاتی"۔

۱۔ کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا۔
۲۔ مظلوم جس پر ظلم ہوتا ہو۔
۳۔ وہ بادشاہ جو ظلم نہ کرتا ہو۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ تم خوشی اور عیش میں اللہ تعالیٰ کو نہ بھولو۔ اللہ تعالیٰ مصیبت اور غمی کے وقت تمہیں نہیں بھولے گا۔

جب انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں شاغل رہے گا۔ اس کے دل میں خیال پیدا ہوگا۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کی مرضی کے مطابق خرچ کروں اور ڈرے گا۔ کہ جس ذات نے یہ صلاحیتیں اور نعمتیں عطا کی ہیں وہ انہیں

خطبۂ جمعہ: ۱۶ر شوال المکرم سنہ ۱۳۸۴ھ ۱۹ر فروری سنہ ۱۹۶۴ء

اخوتِ اسلامی

حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد! فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۰ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللہِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ اِخْوَانًا وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ

(پ ۴۔ س آل عمران آیت ۱۰۳)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو۔ جیسا اُس سے ڈرنا چاہیئے۔ اور نہ مرو مگر ایسے حال میں کہ تم مسلمان ہو۔ اور سب مل کر اللہ کی رسّی مضبوط پکڑو۔ اور پھوٹ نہ ڈالو اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب کہ تم آپس میں دشمن تھے پھر تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی اور تم اُس کے فضل سے بھائی بھائی ہوگئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔ پھر تمہیں اس سے نجات دی۔ اسی طرح تم پر اللہ اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

شانِ نزول

انصار مدینہ کے دو خاندانوں اوس و خزرج کے درمیان اسلام سے قبل سخت عداوت اور دشمنی تھی۔ ذرا ذرا بات پر لڑائی اور خونریزی کا بازار گرم ہو جاتا تھا جو برسوں تک سرد نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ 'بعاث' کی مشہور جنگ ایک سو بیس سال تک جاری رہی ـــــ آخر پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت پر ان کی قسمت کا ستارا چمکا۔ اور اسلام کی تعلیم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت نے دونوں قبیلوں کو جو صدیوں سے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے رہتے تھے ملا کر شیر و شکر کر دیا اور نہایت مضبوط برادرانہ تعلقات قائم کر دیئے۔ یہود مدینہ کو ان دونوں خاندانوں کا اس طرح مل بیٹھنا اور متفقہ طاقت سے اسلام کی خدمت و حمایت کرنا ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ ایک اندھے یہودی شماس بن قیس نے کسی فتنہ پرداز شخص کو بھیجا کہ جس مجلس میں دونوں خاندان جمع ہوں وہاں کسی ترکیب سے 'بعاث' کی لڑائی کا ذکر چھیڑ دے۔ چنانچہ اُس نے مناسب موقع پا کر بعاث کی یاد تازہ کرنے والے اشعار سنانے شروع کر دیئے۔ اشعار کا سننا تھا کہ ایک مرتبہ بجھی ہوئی چنگاریاں پھر سُلگ اُٹھیں۔ زبانی جنگ سے گزر کر ہتھیاروں کی لڑائی شروع ہونے کو تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جماعت مہاجرین کو ہمراہ لئے ہوئے موقع پر پہنچ گئے۔ آپ نے فرمایا "اے گروہ مسلمین! اللہ سے ڈرو۔ میں تم میں موجود ہوں۔ پھر یہ جاہلیت کی پکار کیسی؟ خدا نے تم کو ہدایت دی۔ اسلام سے مشرف کیا۔ جاہلیت کی تاریکیوں کو محو فرما دیا۔ کیا اُن ہی کفریات کی طرف اُلٹے پاؤں لوٹنا چاہتے ہو جن سے نکل کر آئے تھے ـــــ اس پیغمبرانہ آواز کا سننا تھا کہ شیطانی جال کے سب حلقے ایک ایک کر کے ٹوٹ گئے اوس و خزرج نے ہتھیار پھینک دیئے۔ اور ایک دوسرے سے گلے مل کر رونے لگے۔ سب نے سمجھ لیا کہ یہ سب ان کے دشمنوں کی فتنہ انگیزی تھی جس سے آئندہ ہمیشہ ہشیار رہنا چاہیئے۔ اسی واقعہ کے متعلق یہ آیتیں نازل ہوئیں (شیخ الاسلام)

خدا کی امانت

اللہ تعالیٰ نے ہمیں سید الرسل خاتم الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت ایک امانت عطا فرمائی ہے جس کا نام اسلام، جس کا مجموعہ قرآن اور جس پر عمل کر کے دکھلانے کے لئے جو عامل آیا اُس کا نام نامی اور اسم گرامی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے بندوں کو اُس کے نقشِ قدم پر چلنے کا حکم فرمایا ہے:۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔

ترجمہ:۔ تمہارے لئے (اے مسلمانو!) رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے۔

خوفِ خدا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر چلنے، ان کا نمونہ اختیار کرنے اور اسلام کو اپنانے کے لئے ضروری ہے کہ دل میں خوف خدا ہو۔ کیونکہ خوف خدا ہی ایک ایسی لاٹھی ہے جو انسانوں کے ریوڑ کو منتشر اور راہ ہدایت سے اِدھر اُدھر ہونے سے روک سکتی ہے۔ چنانچہ ہر مسلمان کے دل میں خدا کا پورا پورا ڈر ہونا چاہیئے۔ اُسے چاہیئے کہ اپنے مقدور بھر پرہیزگاری اور تقویٰ کی راہ سے نہ ہٹے اور ہمیشہ اس سے استقامت کا طالب رہے۔

اے گروہِ اسلامیاں!

شیاطین چاہتے ہیں کہ تمہارے قدم اسلام کے راستے سے ڈگمگا دیں۔ لیکن تم کو چاہیئے کہ انہیں مایوس کر دو اور مرتے دم تک کوئی حرکت مسلمانی کے خلاف نہ کرو۔ تمہارا جینا اور مرنا اسلام پر ہونا چاہیئے۔ اُسی اسلام پر جس کی تبلیغ خداوند قدوس کے آخری پیغمبر نے ۲۳ سال تک مسلسل کبھی مکّہ کی گلیوں میں کبھی طائف کے بازاروں میں اور کبھی مدینہ منورہ کی روح پرور فضاؤں میں کی۔

خدا کی رسّی اور مواخات

قرآن کریم حق تعالیٰ شانہ کی مضبوط رسّی ہے۔ دیکھو! اسے مضبوطی سے تھامے رکھو۔ یہ رسّی ٹوٹ تو نہیں سکتی ـــــ البتہ

چھوٹ سکتی ہے۔ اگر سب مل کر پوری قوت سے اسے پکڑے رہوگے تو کوئی شیطان شرانگیزی میں کامیاب نہ ہوسکیگا۔ اور انفرادی زندگی کی طرح مسلم قوم کی اجتماعی قوت بھی غیر متزلزل اور ناقابلِ اختلال ہو جائے گی۔

یاد رکھو! قرآنِ عزیز سے تمسک کرنا ہی وہ چیز ہے جس سے بکھری ہوئی قوتیں جمع ہوتی ہیں، ایک مُردہ قوم حیاتِ تازہ حاصل کرتی ہے اور اخوت کا رشتہ استوار ہوتا ہے۔

اخوت

اخوت دو طرح کی ہے۔ ایک اخوت وہ ہے جو دو اشخاص کے درمیان خون کی وجہ سے پائی جاتی ہے۔ اس اخوت میں ہر ایک بھائی کا حق قانوناً، رواجاً، اخلاقاً مسلم ہوتا ہے۔ اور ایک بھائی دوسرے بھائی کی مدد اور معاونت کا بچپن ہی سے خوگر ہوتا ہے لیکن اس اخوت کا دائرہ کچھ زیادہ وسیع نہیں ہوتا۔۔۔ تاریخ میں سینکڑوں مثالیں ایسی ملتی ہیں کہ بھائی کا بھائی دشمن رہا اور مدت العمر اُن کے تعلقات صاف نہ ہوئے۔ ہابیل و قابیل کا واقعہ کہ جہاں سے قتلِ انسانی کی ابتدا ہوئی اُس کی زندہ مثال ہے۔

دوسری اخوت وہ ہے جو اتحادِ عقیدہ کی بنیاد پر پائی جاتی ہے اور ہماری مراد بھی ایسی اخوت سے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ صحبت سے اسلام میں داخل ہونے والوں میں جو اخوت قائم ہوئی وہ اپنے تقدس میں ایسی برتر و اعلیٰ ہے جس کی نظیر تاریخ عالم میں ملنا محال ہے اور زمین و آسمان اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہیں۔

ایمان والوں کا تعلق

بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایمان والوں کا تعلق دوسرے ایمان والوں سے ایک (مضبوط) عمارت (کے اجزاء) کا سا ہونا چاہئے۔ کہ باہم ایک دوسرے کی مضبوطی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال دیں۔

پیار و محبت میں مومنوں کی مثال

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آپس کی محبت، آپس کے پیار، آپس کے تعلقات میں مومنوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے جو چند اعضا سے مرکب ہوتا ہے پھر اگر ایک عضو کو تکلیف ہو جاتی ہے تو سارے جسم کے اعضاء بے خوابی اور تپ و بے تابی میں اُس کا ساتھ دیتے ہیں۔

مقصد

یہ ہے کہ دوست کی مصیبت کا احساس مومن کے دل میں پیدا ہو جائے اُس کو خیراندیشی و خیر طلبی کا وہ درجہ حاصل ہو جائے۔ کہ اُس کے لئے اپنے اغراض و مقاصد کا دوست کی غرض و مقصد پر قربان کرنا آسان ہو جائے۔ اگر ایک مومن دُکھ میں ہو تو اُس کا درد دوسرے مومن کو ہو۔ ایک کا کام اٹکا ہوا ہو تو دوسرا اُس کی تدبیریں لگا ہوا نظر آئے۔

اندازہ فرمائیے!

اسلام اور پیغمبرِ اسلام کس طرح ایک مومن کو دوسرے مومن کے ساتھ رشتۂ اخوت و محبت میں جکڑ دینا چاہتے ہیں۔ تاکہ وہ شیر و شکر اور متحد و یک جان ہو جائیں۔

کیا دنیا کے کسی مذہب کے پاس اسلام کے سوا محبت و اخوت کی ایسی تعلیم موجود ہے؟ کائناتِ ارضی پر بسنے والے تمام مسلمانوں کو ایک جسم کہہ کر اسلام نے یہ درس دیا اور احساس دلایا ہے کہ اگر مشرق کے رہنے والے مسلمان کے پاؤں میں ایک کانٹا چبھے تو مغرب میں رہنے والا دوسرا مسلمان اُس کی کسک اپنے دل میں محسوس کرے۔ اور شمال میں بسنے والے کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے تو جنوب میں رہنے والے مسلمان کی جان پر بن جائے، وہ اُس کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھے اور درد و کرب سے بیقرار ہو جائے۔

آئیے!

اے برادرانِ اسلام! اس تعلیم نبوت کو مشعلِ راہ بنا کر ہم تمام مسلمان باہم شیر و شکر اور یک جان ہو جائیں اور خدا کی رسّی یعنی قرآنِ حکیم کو مضبوطی سے پکڑ کر خداوند قدوس کے دامنِ رحمت میں زندگی کے دن گذاریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں زندگی کا سفر طے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

بقیہ:- طبیعت اور شریعت

کے لئے آموجود ہوتا ہے کبھی تاویلات کا جال بچھانے کی کوششیں کرتا ہے اور کبھی اطاعت سے صاف انکار کر دیتا ہے یہ طرزِ عمل تسلیم کی راہ کے منافی ہے اور تسلیم کی راہ سے ہٹ کر انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔

بندہ جب اپنے تمام امور اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے اور اس کی مشیت کا غلام بن جاتا ہے تو اس کا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا خدا کے لئے ہو جاتا ہے اور وہ خدا کا مقبول بندہ بن جاتا ہے لیکن جب احکامِ ربانی کو اپنی عقل کے میزان میں تولنے لگتا ہے اور اس کی مشیت میں دخل اندازی کرنے لگتا ہے تو مردود بارگاہ قرار پاتا ہے ایسا غلام کبھی آسودہ حال اور مطمئن نہیں ہو سکتا جو اپنے آقا کے ہر حکم کو اپنی عقل کی میزان میں تولنے کا عادی ہو۔ اور اپنی اطاعت کے لئے یہ شرط قرار دے کہ میں وہی حکم مانوں گا جو میری عقل اور میری خواہشات کے مطابق ہوگا ایسے انسان کو کوئی معمولی آدمی بھی ملازمت میں رکھنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ کوئی با اختیار ذات اپنے ملازم کے سامنے جھکنا گوارا نہیں کرتی تو اس قادر و قیوم سے یہ کیسے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اپنے قدرت کے نظام میں بندوں کے خواہشات کی پابند ہو اللہ تعالیٰ لامحدود اختیارات کا مالک ہے سمیع و بصیر ہے اور بے نیاز ہے دین و دنیا میں کامیابی کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ اس کی کبریائی کو دل و جان سے تسلیم کر لیا جائے اور غیر مشروط طور پر اس کی اطاعت قبول کر لی جائے۔

(ماخوذ از نشانِ راہ - روزنامہ کوہستان)

علامہ قاضی محمد زاہد الحسینی کا واہ کینٹ میں

درس قرآن

مرتبہ
عثمان غنی بی اے

گذشتہ سے پیوستہ

سورتِ فاتحہ کا ربط سورتِ بقرہ کے ساتھ، سورہ بقرہ کا ربط سورہ فاتحہ کے ساتھ، سارے قرآن کا ربط ہے سورہ فاتحہ کے ساتھ۔ سورت فاتحہ ایک دعا ہے جس کے جواب میں پورا قرآن نازل ہوا۔ ربط کے اعتبار سے، مناسبت کے اعتبار سے۔ اسی لئے ہمارے علاقے میں بلکہ تمام مسلمان علاقوں میں تقریباً یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ پہلے ہوتی ہے اور اس کے بعد پھر پہلا پارہ شروع ہوتا ہے۔ الٓمّٓ پہلا پارہ سَیَقُوْلُ دوسرا پارہ تِلْکَ الرُّسُلُ تیسرا پارہ — یہ تیس پارے بعد میں آتے ہیں اور سورۂ فاتحہ پہلے۔ یعنی سورہ فاتحہ ایک دعا ہے، درخواست ہے کہ یا اللہ ہم تجھ سے سیدھے رستے کی دعا کرتے ہیں، سیدھا رستہ چاہتے ہیں، سیدھا رستہ مانگتے ہیں تو ہم کو سیدھے رستے پر چلا، تو ہم کو سیدھا رستہ دکھا اس کے جواب میں فرمایا کہ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ۔

تیسری چیز جو اس ضمن میں میں عرض کرنا چاہتا ہوں، جو آیتیں ابھی آپ کے سامنے پڑھی گئی ہیں میرے دوستو، میرے بھائیو، اللہ تعالےٰ نے ان میں نجات کے اصول بیان فرمائے اور نجات کے اصول کو بیان فرماتے ہوئے عقائد، عبادات، معاملات اور پھر اُن کا جو نتیجہ ہے وہ مرتب فرمایا۔ سب سے پہلی جو بات بیان فرمائی ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ یہ ہے پہلی بات — یہ قرآن کریم کی ہدایت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان بالغیب رکھتے ہوں۔ یعنی جو چیزیں اُن کی نظروں سے اوجھل ہیں، جو حقیقتیں ان کی نظروں سے اوجھل ہیں، جن حقیقتوں کو وہ نہیں سمجھ سکتے لیکن اُن کا ایمان ہے کہ اللہ کا حکم ہے لہٰذا ہم ان کو مانتے ہیں۔ جیساکہ رب العالمین کی ذات پر خود ایمان

اب اللہ تعالیٰ کو کس نے دیکھا ہے؟ ہم جیسے گنہگار اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے لیکن اس کے باوجود ہمیں حکم ہے کہ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ یقین رکھ کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور اللہ تعالیٰ واحد لاشریک ہے۔ خود امام الانبیاء جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو ہم نے نہیں دیکھا، جنّت کو نہیں دیکھا، دوزخ کو نہیں دیکھا، قیامت کو نہیں دیکھا۔ لیکن ان سب چیزوں کو جاننے کے لئے ہم کو ایمان بالغیب لانے کا حکم دیا گیا ہے کہ ایمان بالغیب لائیں ان چیزوں پر کہ یہ چیزیں یقیناً ہیں، یہ حقیقتیں یقیناً ہیں یہ ہے پہلی چیز نجات کے لئے۔

اس کو میں آپ کے سامنے یوں عرض کر سکتا ہوں تاکہ بات ذہن میں آ جائے۔ یہ سب قرآن کریم کی مجلس ہے۔ میرے بھائیو اور میرے دوستو ہر کام کے لئے دنیا میں چار چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے جن کو علم کلام کی اصطلاح میں عِلَل اربعہ کہتے ہیں۔ چار علتیں (۱) علّتِ غائی (۲) علّتِ مادی (۳) علّتِ صوری (۴) علّتِ فاعلی۔ ان چار علّتوں سے گذر پھر جاکر آگے کام ہوتا ہے۔ علّتِ غائی وہ مقصد اور وہ مدّعا ہوتا ہے جس مقصد کے لئے ہم کام شروع کر رہے ہیں۔ علّت مادی وہ میٹریل (MATERIAL) ہوتا ہے جس سے ہم کام لینا چاہتے ہیں۔ علت فاعلی ہمارا اپنا وجود یا اس کام کو طے کرنے والوں کا وجود اور علّت صوری وہ نقشہ جو ہمارے ذہن میں ہوتا ہے یا جس نقشے کو ہم پیش کرنا چاہتے ہیں۔

یہ چار مرحلے گذرنے کے بعد چیز کا وجود ہوتا ہے۔ دیکھیے نا جس طرح کپڑے بنانے دیکھ لیجئے۔ ہم جب گرمیوں میں گرمی کے کپڑے بناتے ہیں سردیوں میں سردی کے کپڑے بناتے ہیں تو پہلے ہمارے دماغ میں ایک ضرورت پیدا ہوتی ہے داعیہ پیدا ہوتا ہے کہ سردی کا موسم ہے، مجھے کوٹ بنانا چاہیئے۔ یہ دماغ میں پہلے آیا نا اسے کہتے ہیں علتِ غائی ہو سکتا ہے میرے ذہن میں جو بات آئی ہے آگے چل کر اُسے میں پورا نہ کر سکوں لیکن ذہن میں پہلے آتی ہے پھر اس کے بعد ہم کپڑا خریدتے ہیں پھر کسی درزی کے حوالے کرتے ہیں پھر اس کو اپنا ناپ دیتے ہیں تب جاکر وہ چیز تیار ہوتی ہے۔ اگر ہم پہلے اپنے دماغ میں اس بات کو راسخ نہ کریں کہ ہمیں ضرورت ہے کوٹ کی، ہمیں ضرورت ہے لباس کی، تو ہمارے اگلے قدم جو ہیں وہ نہیں ہو سکتے اس لئے ایمان بالغیب مقدّم فرمایا کہ قرآن ان لوگوں کے لئے ہدایت ہے جن کا ایمان بالغیب ہو جو اس بات پر یقین رکھتے ہوں کہ ہمارے لئے قرآن نجات ہے ہمیں اس قرآن کریم پر عمل کر کے اس دنیاوی زندگی کو سنوارنا ہے، ہم نے قیامت کی زندگی کو بھی سنوارنا ہے اس کے بعد وہ عمل کی زندگی میں آتے ہیں۔ عقیدہ پہلے ہے، عمل بعد میں ہے۔ اگر عقیدہ ہی ٹھیک نہیں ہے تو عمل کہاں چلے گا؟ پہلے عقیدے کی درُستگی ہے اس کے بعد پھر عمل کا آنا ہے۔

میں اب ساتھ ساتھ انشاءاللہ ان آیتوں کا ترجمہ بھی کرتا جاؤں گا اور تفسیر بھی کچھ تھوڑی سی کرتا جاؤں گا الٓمّٓ اس کا صحیح ترجمہ تو وہی ہے جیسا کہ میں پہلے تمہید میں عرض کر چکا ہوں کہ اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ جتنے حروفِ مقطعات ہیں ان سے مراد کیا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں اکثر علماء تفسیر نے یہی ترجمہ فرمایا اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ بِذٰلِکَ اللہ تعالیٰ اچھا جانتے ہیں اپنی مراد کو جو اللہ تعالیٰ کی ان حروف سے ہے اور بعض علماء تفسیر نے تاویلات بھی کی ہیں مثلاً ایک یہ بھی تاویل مشہور ہے الف (ا) سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات، لام (ل) سے مراد جبریل امین اور میم (م) سے مراد محمّد الرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل کی وساطت سے اس قرآن کو نازل کیا جناب محمد الرسول اللہ کے قلب انور پر۔ ایک ترجمہ یہ بھی کیا گیا ہے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے اسی کی طرف اکثر علماء تفسیر گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ ان کی مراد حروفِ مقطعات سے کیا ہے۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ ۔ یہ قرآن ایک کتاب ہے ۔ ذٰلِکَ اشارہ آتا ہے بعید کے لئے "وہ" کے معنیٰ میں اور "وہ" میں عظمت ہوتی ہے لیکن ترجمہ جو ہم کریں گے تو اس کا ترجمہ ہوگا "یہ" ۔ یہ کتاب لَا رَیْبَ فِیْہِ جس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے یہ کتاب ایسی کتاب ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں ۔ جس کو بھیجنے والے ہیں رب العالمین ، لانے والے ہیں جبریل امین اور جن پر اتارا گیا جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کی صداقت پر ان کے دشمن بھی گواہ تھے جو حضورؐ کو پتھر مارتے تھے جو حضورؐ کی رسالت کے قائل نہیں تھے لیکن یہ بات مانتے تھے کہ محمد الرسول اللہ کی آنکھوں نے کبھی خیانت نہیں کی محمد الرسول اللہ کی زبان سے کبھی کوئی غلط کلمہ نہیں نکلا ، محمد الرسول اللہ کے اعضا نے کبھی کوئی ایسی بات نہیں کی جو ان کی شان اور عظمت کے خلاف ہو جیسا کہ بخاری شریف میں ہے اور آپ سن چکے ہوں گے کتنی دفعہ کہ امام الانبیاء محمد الرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب پہلی دفعہ سارے قریش کو اکٹھا کیا ان کے مختلف خاندانوں کو کوہِ صفا پر اور ان کے سامنے آپ نے دعوتِ توحید پیش فرمائی تو پہلے ان سے رائے لی اپنے متعلق پوچھا حضورؐ نے اگر میں کہہ دوں کہ اس پہاڑ کے دامن میں ایسی مسلح فوج موجود ہے جو تمہیں قتل کرنے کے لئے آئی ہے ، تمہیں تہ و بالا کرنے کے لئے آئی ہے تو میری بات کو مانو گے ؟ اِنْ قُلْتُ نبی جھوٹ نہیں بولا کرتا ۔ اگر میں کہہ دوں ۔ تو میری بات مانو گے ؟ حدیثوں میں بھی ہے سیرت کی کتابوں میں بھی ہے کہ جو بڑے بڑے سلاطین قریش تھے انہوں نے اوپر ہو کر دیکھا کہ نیچے تو کوئی چیز نہیں ۔ آخر سب نے متفقہ طور پر حضورؐ کے متعلق یہ کہا کہ اسے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم ہم دیکھتے ہیں کہ نیچے کچھ نہیں ہے لیکن اگر آپ کہہ دیں گے تو ہم مان لیں گے ۔ اس لئے کہ آپ کی زبان سے کبھی جھوٹ نہیں نکلا ۔ تو جو اتنی بڑی ذات ، جس کی صداقت پر دشمن بھی شہادت دیتے ہوں اس ذات کے منہ سے جو لفظ نکلیں اور آپ فرمادیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے تو اس میں کیا شک ہو سکتا ہے ؟ اس لئے فرمایا ذٰلِكَ الْكِتٰبُ یہ قرآن وہ کتاب ہے لَا رَیْبَ فِیْہِ جس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں اور باقی جب کوئی شک کرنے لگے تو اب دیکھیئے باہر دھوپ ہے ساڑھے دس پونے گیارہ کا وقت ہے اور ایک آدمی کہتا ہے کہ جی میں تو مانتا ہی نہیں کہ سورج ہے اس کو آپ کیا دلیل دے سکتے ہیں ؟ جو لا ادری ہو گئے ہیں جو انکار ہی کرنے والے ہیں وہ کہتے ہیں ہم مانتے ہی نہیں ، آپ کس دلیل سے سمجھائیں گے ؟ دلیل تو اس کے لئے ہوتا جو دلیل چاہتا ہو جو اپنی طبیعت کو سکون میں لانا چاہتا ہو جو اپنے شبہات کو حل کرنا چاہتا ہو اور جو اڑ جائے اس بات پر کہ میں تو کبھی بھی نہیں مانوں گا اس کو کون منوا سکتا ہے ؟ قرآن کریم کی صداقت میں ، قرآن کریم کی تعلیمات کی عظمت میں کوئی شک نہیں ۔ اس لئے فرمایا ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ یہ قرآن وہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں ہے ۔

اسے نازل کیوں کیا گیا ؟ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ یہ قرآن راہ دیکھاتا ہے ، یہ قرآن رہنمائی کرتا ہے لِّلْمُتَّقِیْنَ ان لوگوں کی جو پرہیز گار ہیں ، جو پرہیزگار بننا چاہتے ہیں جو اس دنیا میں اس زندگی کو بھی گذارنا چاہتے ہیں اور اپنے دامن کو کانٹوں سے بھی بچانا چاہتے ہیں جیسا کہ حضرت عمرؓ فاروق کے متعلق ہے کہ آپ نے کعب احبار سے پوچھا کہ تقوے کی تعریف کیا ہے ؟ تو انہوں نے فرمایا کہ تقویٰ اسے کہتے ہیں ایک راستے پر آپ نے جانا ہو لیکن اس راستے پر سارے کانٹے بچھے ہوں اس طرح آپ چلیں کہ آپ رستہ بھی طے کر لیں اور کوئی کانٹا نہ آپ کے کپڑے کے ساتھ چبھ سکے نہ آپ کے بدن کو زخمی کر سکے ۔ آپ رستہ بھی طے کر جائیں اور کانٹوں سے بھی دامن بچا کر نکل جائیں اسے کہتے ہیں تقویٰ بات ٹھیک ہے ۔ اسی کا نام تقویٰ ہے ۔ دنیا میں رہ کر اللہ کے ساتھ تعلق قائم کرے ۔ بیوی والا ہو ، بچوں والا ہو ، بیوی خاوند والی ہو ، ملازمت والا ہو ، تجارت والا ہو ۔ روزگار والا ہو ، رزق حلال پیدا کرنے والا ہو ، پھر بھی اپنے رب کو راضی رکھ رہا ہے ، یہ ہے متقی ۔ یہ ہے پرہیزگار ۔ دنیاوی زندگی میں رہ کر اللہ تعالیٰ کو راضی کرے ۔

ہمارے ہاں یہ بھی بعض چیزیں غلط طور پر مشہور ہو چکی ہیں ہمارے نزدیک تقویٰ اور ولایت اور بزرگی اسی کو کہتے ہیں کہ کوئی کام بالکل نہ کرے ، کسی پودے کے نیچے جا کر بیٹھ جائے ، کسی پہاڑ پر جا کر بیٹھ جائے یا کسی ایسی شکل کو اختیار کرے جو ایک عجیب سی شکل ہوتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ بھائی یہ اللہ کا نیک بندہ ہے اور جو آدمی دفتر میں کلرک ہو جو آدمی سڑک پر روڑی کوٹتا ہو جو آدمی ٹوکری اٹھاتا ہو اپنے رب کو راضی رکھنے والا ہو اس کے متعلق ہمارے ذہن میں بھی کبھی نہیں جاتا کہ یہ بھی کوئی نیک بندہ ہے کیونکہ یہ تو دنیا والا بندہ ہے ۔ حالانکہ صحیح حدیث میں ہے ایک صحابی جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملنے کے لئے آئے ۔ حضور ان سے ملے اور جب مصافحہ کیا تو حضورؐ نے ان سے پوچھا آپ کے ہاتھ کھردرے معلوم ہوتے ہیں کیا بات ہے ؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو مزدوری کرتا ہوں ان ہاتھوں سے پتھر کوٹتا ہوں روڑی کوٹتا ہوں پتھروں پر کدال چلاتا ہوں اس وجہ سے میرے یہ ہاتھ جو ہیں یہ کھردرے ہو گئے ہیں تو حدیث میں ہے اور یہ حدیث بالکل صحیح معلوم ہوتی ہے کہ جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کے ہاتھوں کو بوسہ دیا ۔ حضورؐ نے کسی کے ہاتھ پر بوسہ نہیں دیا جہاں تک میرے حقیر معلومات کا تعلق ہے ۔ حضورؐ نے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا جس نے اپنے بیوی بچوں کے لئے رزقِ حلال کی محنت میں اپنے ہاتھ کو کھردرا کیا ہوا تھا تو جس کے ہاتھوں کو جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ دیں تو کیا وہ ولی نہیں ہوگا ؟ صحابہ تو ویسے ہی قطبوں غوثوں سے بلند تر ہیں نا لیکن یہ بات بتاتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاں یہ چیز جو تھی اپنی محنت سے روٹی کمانا ، بال بچوں کا پیٹ پالنا ، تجارت کرنا ، زراعت کرنا ، کھیتی باڑی کرنا ، مزدوری کرنا ، یہ ساری چیز ۔ بس اسلام میں میرے دوستو میرے بھائیو عبادت ہیں ۔ ان کو عبادت سے الگ نہیں کیا جا سکتا بشرطیکہ رب العالمین کی حدوں کو نہ توڑے ۔ ہاں اللہ کی حدوں کو توڑ دے ۔ جیسے ایک آدمی مسجد میں جاتا ہے ۔ بظاہر معلوم ہو رہا ہے کہ نماز پڑھنے کے لئے جا رہا ہے لیکن وہ جاتا ہے جوتی چرانے کے لئے ہم اس کو تو نمازی نہیں کہہ سکتے نا بھائی ۔ اس کی تو نیت ہی غلط ہو گئی تو تقویٰ سے مراد کیا ہے ؟ وہ

لوگ جو اس دنیا میں رہ کر دنیاوی زندگی بھی گزاریں اور اپنے دامن کو بچائیں تو فرمایا قرآن ہدایت ہے اُن لوگوں کے لئے جو پرہیزگار ہیں یا پرہیزگار بننا چاہتے ہیں جو آدمی یہ چاہتا ہو کہ میری زندگی اللہ کے عذاب سے بچے۔ میری قبر اللہ کے عذاب سے محفوظ ہو۔ میری قیامت اللہ کے عذاب سے محفوظ ہو۔ اس کے لئے قرآن ہدایت ہے۔ تقوے کا یہی مفہوم ہے۔ تقوی مشتق ہے وقایہ سے وقایہ کہتے ہیں۔ عربی زبان میں کتاب کی جلد کو ہمارے جو پرانے قسم کے مسلمان ہیں۔ بھائی ہیں نے کتاب کو وقایہ لگایا ہے۔ وقایہ کا معنی گاٹھی، جلد۔ تو جس طرح کتاب کی جلد لگ جاتی ہے اور وہ کتاب برباد ہونے سے بچ جاتی ہے۔ اسی طرح جس مسلمان کو تقوی حاصل ہو جاتا ہے اس کا دل دنیا میں بھی برباد ہونے سے بچ جاتا ہے اور قیامت میں بھی انشاءاللہ بچ جائے گا۔ تقوی کا یہی مفہوم ہے جو انسان کو دنیا میں بھی بچائے اور قیامت میں بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچائے۔ تو فرمایا یہ قرآن ہدایت ہے لِلْمُتَّقِيْنَ ان پرہیزگاروں کے لئے، ان پرہیزگار بننے والوں کے لئے جن کی آنے والی صفات ہیں۔

ان کی پہلی صفت کیا ہے؟ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ۔ وہ متقی اور پرہیزگار بننے والے یا وہ متقی جو ایمان رکھتے ہیں غیب پر اور غیب سے مراد۔ مَا غَابَ عَنْهُمْ جو چیز ان کی نظروں سے اوجھل ہے۔ جو چیز ان کی عقل و دانش سے اوجھل ہے۔ جو چیز ان کی سمع و بصر سے اوجھل ہے، ان کی تحقیقات میں وہ بات نہیں آتی۔ لیکن اللہ کے نبی نے فرما دیا۔ اللہ نے فرما دیا ان کا اس پر ایمان ہے۔ قرآن حکیم میں میرے دوستو، میرے بھائیو آدھی سے زیادہ آتیں قیامت کے متعلق ہیں۔ جنت دوزخ کے متعلق ہیں لیکن آج ہم ان مسئلوں کی طرف جاتے ہی نہیں حالانکہ ایمان بالغیب بنیاد ہے ہمارے ایمان کی يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ ایمان رکھتے ہیں غیب پر۔ ان چیزوں پر، ان حقیقتوں پر جو اُن کی نظروں سے اوجھل ہیں اور وہ ان کو مانتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ یہ تو ہے عقیدے کی درستگی، لیکن عقیدے کی درستگی کے بعد

دوسرا نمبر ہے عبادات اور معاملات کا۔ فرمایا وَ اَقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ ایمان بالغیب کے بعد ان کا جب قدم اٹھتا ہے عملی زندگی کی طرف تو وہ کیا ہے؟ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ اور وہ نماز کو قائم کرتے ہیں۔ اقامت صلوٰۃ سے کیا مراد ہے؟ بعض علمائے تفسیر فرماتے ہیں کہ يُؤَدُّوْنَهَا بِحُقُوْقِهَا۔ نماز کو ادا کرتے ہیں اس کے حقوق کے ساتھ، پورا رکوع، پورا سجود، پوری التحیات، باقاعدہ وضو، جس طرح نماز پڑھنے کا حق ہے اس طرح نماز پڑھتے ہیں جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نمازی کو فرمایا تھا۔ تین چار مرتبہ صَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ نماز پڑھ، تو نے نماز ابھی تک نہیں پڑھی۔ نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ تو نماز کے ارکان کو پورا پورا ادا کرے۔ تو بعض علماء تفسیر اس کا ترجمہ اس طرح فرماتے ہیں يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ یعنی نماز کو ادا کرتے ہیں پورے حقوق کے ساتھ اور بعض یہ فرماتے ہیں اقامت صلوٰۃ نماز کو کھڑا کر دیتے ہیں۔ کھڑا کرنے کا مطلب کیا ہے؟ نماز کو ایسا مشہور کر دیتے ہیں، اتنا رواج ہو جاتا ہے کہ گھر کا، سوسائٹی کا، ملک کا، علاقے کا کوئی بندہ بے نمازی باقی نہیں رہتا۔ گھر میں میاں نماز پڑھتا ہے، بیوی نماز پڑھتی ہے، بچے نماز پڑھتے ہیں، بچیاں نماز پڑھتی ہیں، آقا نماز پڑھتا ہے، ملازم نماز پڑھتا ہے، ڈرائیور پڑھتا ہے، باورچی پڑھتا ہے، چھوٹے پڑھتے ہیں، بڑے پڑھتے ہیں، سارے پڑھتے ہیں۔ یہ ہے اقامتِ صلوٰۃ۔ اور ایک نے نماز پڑھ لی، باقی سب بے نمازی ہیں تو یہ اقامتِ صلوٰۃ نہیں ہے۔ نماز کو رواج دینا، نماز کو کھڑا کرنا کہ کوئی گھر کا فرد متعلقین یا متعلقات میں سے کوئی بھی باقی نہ رہے اور اسی کا حکم دیا ہے جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور ان کی وساطت سے ہم سب کو وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا اے میرے حبیبؐ اپنے اہل کو نماز کا حکم دے اور نماز پر پابندی کی جائے یعنی نماز کی اقامت، نماز کو ادا کرنا اس کے حقوق کے ساتھ یا نماز کی اقامت کا مفہوم نماز کو اتنا رواج دینا کہ کوئی بھی آدمی بے نمازی نہ رہے سارے کے سارے نمازی ہو جائیں۔ یہ ہے اقامت صلوٰۃ۔

اب اقامتِ صلوٰۃ کے بعد کیا ہے۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اور ہر چیز سے جو ہم نے اُن کو دی۔ وہ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ یہ انفاق فی سبیل اللہ کا مسئلہ صلوٰۃ کے ساتھ قرآن میں آپ دیکھیں اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ، اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ جگہ جگہ پر آتا ہے۔ نماز پڑھو زکوٰۃ دو، نماز پڑھو، زکوٰۃ دو۔ یہاں بھی فرمایا يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ نماز پڑھتے ہیں۔ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اور اس مال میں سے جو ہم نے اُن کو دیا۔ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اس کے متعلق سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں اشارہ کر چکا ہوں کہ نماز۔ یہ اقرار ہے رب العالمین کی ربوبیت کا۔ ہم نماز میں اقرار کرتے ہیں۔ کس بات کا؟ کہ یا اللہ تو ہمارا رب ہے، تو ہمارا پالنے والا ہے۔ ہم اپنے پالنے والے نہیں ہیں نہ کسی اور کے پالنے والے ہیں۔ میرا مال میرا مال نہیں ہے۔ میری دولت میری دولت نہیں ہے۔ یا اللہ تو ہمارا پالنے والا ہے۔ نماز میں ہم اقرار کرتے ہیں تو یہ جو ہے نا صدقہ فی سبیل اللہ۔ یہ مصدق ہے ہمارے اقرار کا۔

ہم سنی مسلمان دن میں ۳۲ مرتبہ اللہ کو ماننے کا نماز میں اقرار کرتے ہیں کہ یا اللہ تو میرا رب ہے۔ میرا بٹوہ میرا رب نہیں، میری دکان میرا رب نہیں، میرا کھیت میرا رب نہیں، میری نوکری میرا رب نہیں۔ یا اللہ تو میرا رب ہے تو پھر جب ایک سائل سامنے ملتا ہے، گداگر ملتا ہے، مسکین ملتا ہے کہ اللہ کے لئے مجھے ایک روٹی کھلا دو تو ہم کیا کہتے ہیں؟ جاؤ۔ تم لوگوں نے فیشن ہی بنا لیا ہے۔ جدھر دیکھو روٹی کھلا دو فیشن ہی بنا لیا ہے۔ ابھی تو تو کہہ کر آرہا ہے کہ میں رب العالمین کو مانتا ہوں۔ اللہ فرماتا ہے کہ یہ میرا ہی بندہ ہے۔

صحیح حدیث ہے۔ حدیث قدسی ہے بلکہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے جو کلمات ہیں وہ کلمات اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے اور وہ ہم تک منتقل ہوئے۔ انہیں کہتے ہیں اللہ کا کلام۔ حدیثِ قدسی کہتے ہیں الفاظ ہیں جناب محمد الرسول اللہ کے اور معنے کا القاء ہوا من جانب اللہ۔ اس کو کہتے ہیں حدیث قدسی۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پوچھیں گے ایک بندے سے کہ

اے میرے بندے میں بھوکا تھا۔ تیرے دروازے پر گیا کہ مجھے کھانا کھلا۔ تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔ وہ کہے گا یا اللہ تو میرے پاس جاتا اور میں انکار کرتا؟ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں پیاسا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا۔ پھر آگے آتا ہے کہ میں ننگا تھا تو نے مجھے کپڑا نہیں پہنایا۔ بندہ یہی انکار کرے گا کہ یا اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے یعنی آپ میرے پاس تشریف لائے؟ اس وقت تو پھنسا ہوا ہوگا نا۔ اس وقت تو حساب کتاب کا معاملہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس سختی سے محفوظ رکھے۔ تو وہ کہے گا یا اللہ آپ میرے پاس آتے تو میں اتنا بخل کرتا؟ یا اللہ میں اتنا ہی بد اخلاق تھا؟ اللہ تعالےٰ فرماتے گا وہ جو تیرے دروازے پر آتے تھے۔ تیرے سامنے ہاتھ پھیلاتے تھے۔ وہ میرے ہی بندے تھے اسی کو غالب نے کہا ؎

بدل کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

تو فرمایا کہ تو نماز میں اقرار کرتا ہے خدا کی ربوبیت کا۔ اس لیے نماز کے ساتھ زکواۃ کو لگا دیا۔ نماز کے ساتھ انفاق فی سبیل اللہ کو لگا دیا۔ طبرانی کی حدیث ہے جناب محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو آدمی نمازیں تو پڑھتا ہو، لیکن صاحب نصاب ہونے کے باوجود زکواۃ نہ دیتا ہو تو اللہ اس کی نماز بھی قبول نہیں کرتا کہ نماز میں تو وہ اقرار کر رہا ہے نا۔ نماز تو ایک حلف ہے، ایک اقرار ہے کہ یا اللہ تو میرا رب ہے اور عمل کا جب وقت آتا ہے تو پیچھے ہٹ جاتا ہے جیسا کہ میرے پاس ایک آدمی آپ میں سے آئے۔ میں کہوں کہ بھائی کوئی حکم۔ میں تابع ہوں، میں تابع ہوں۔ آپ کہیں کہ بھائی دو آنے کے پیسے دے دو " پیسے تو نہیں پر میں تابع ہوں"؟ کیا آپ میری بات سے خوش ہو جائیں گے؟ جب ہم دن میں ۳۲۰ دفعہ رب العالمین کو رب رب پکاریں اور جب دینے کا وقت آئے اللہ کے نام پر تو ہم بخل کر جائیں۔

انفاق فی سبیل اللہ میرے بھائیو اور دوستو ایک بہت بڑی نعمت اور اسلام کا ایک بہت بڑا حکم ہے۔ قرآن کریم اللہ مجھے بھی اور آپ کو بھی پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ شوق عطا فرمائے قرآن کریم آپ پڑھیں۔ دیکھیں گے کہ موت کے وقت انسان کسی بات کی خواہش نہیں کرتا۔ مرنا تو سب نے ہے۔ میں نے بھی آپ نے بھی۔ اس سے بھاگے گا تو کہاں جائے گا۔ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ۝ اللہ سب کا خاتمہ بالایمان فرمائے اور سکرات موت سے ہم سب کو بچائے۔ فرمایا کہ موت کے وقت انسان کس چیز کی تمنا کرتا ہے؟ جب انسان کے سامنے آجاتی ہے۔ موت کے واردات شروع ہو جاتے ہیں تو اسے یقین ہو جاتا ہے کہ میں اب مرنے والا ہوں تو موت کے وقت بندہ کیا خواہش کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ جب موت کا وقت آتا ہے تو میرا خیال ہے یہ سورت منافقوں کے آخر میں ہے۔ فرمایا کہ جس وقت موت کا وقت آتا ہے تو بندہ کیا کہتا ہے؟ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ اللہ مجھے تھوڑی سی مہلت دے دے۔ پھر میں کیا کروں؟ فَاَصَّدَّقَ وہ جو پوہ گھر میں پڑا ہوا ہے۔ جو بینک میں پیسے جمع کئے ہوئے ہیں۔ یا اللہ فَاَصَّدَّقَ وہ تیرے نام پر میں صدقہ کر دوں۔ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ اور میں نیکوں میں سے بن جاؤں۔ فرمایا وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا جب موت آجاتی ہے تو وہ وقت مقررہ ہوتا ہے اور کسی کا وقت پھر ٹلتا نہیں دوسری جگہ پر فرمایا کہ جب سکرات موت طاری ہو جاتے ہیں تو بندہ عرض کرتا ہے۔ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ میرے اللہ مجھے لوٹا دے ذرا لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا تاکہ میں جا کر اپنے اس مال میں جو میں گھر چھوڑ کے آیا ہوں نیکی پر اس کو خرچ کر کے آؤں۔ فرمایا كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔ فرمایا چھوڑ اس بات کو جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ قرآن شریف میں میرے بھائی اس کو عقبہ کے ساتھ تعبیر کیا۔ عقبہ کہتے ہیں بڑی دشوار گذار گھاٹی کو۔ یعنی انفاق فی سبیل اللہ

قرآن شریف میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جب حساب اور کتاب لے گا۔ جنہوں نے دنیا کی ایک گھاٹی کو عبور کر لیا ہوگا وہ تو جنت میں چلے جائیں گے۔ ان کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ آتا ہے فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ۡ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ۭ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ۙ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝ۙ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ۙ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ۭ فرمایا کہ اس نے دنیا میں اس گھاٹی کو کیوں نہ عبور کر لیا۔ دنیا میں اس گھاٹی پر کیوں چھلانگ نہ لگائی۔ اس کو عبور کر لیتا۔ ہے تو گھاٹی، ذرا مشکل سا رستہ ہے۔ جیب سے پیسے نکالنے ذرا مشکل سے ہیں۔ مالیات میں انسان کا ایمان متزلزل ہو جاتا ہے۔ یاد رکھو۔ نماز پڑھنی آسان، روزہ رکھنا آسان حج کرنا آسان، لیکن پرائی امانت دینا، بڑی مشکل پرایا قرضہ ادا کرنا؟ بڑا مشکل۔ قرض لیتے ہیں ہم دیتے نہیں۔ حالانکہ میرے دوستو! میرے بھائیو! قرض وہ عذاب کی چیز ہے امام الانبیاء جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابتداء میں جب جنازے لائے جایا کرتے تھے تو حضور پوچھا کرتے تھے۔

هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟ اس پر قرض ہے؟ اگر کہا جاتا ہے کہ ہاں حضور قرض ہے تو فرماتے کہ صَلُّوْا عَلٰى اَخِيْكُمْ تم اپنے بھائی پر نماز جنازہ پڑھو میں اس پر جنازہ نہیں پڑھتا۔ یہ بندے کے حق میں پھنسا ہوا ہے میں جنازہ نہیں پڑھتا اس پر پھر آخر میں فرمایا کرتے۔ مَنْ تَرَكَ كَلًّا فَعَلَيَّ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهٖ

جو کوئی بوجھ چھوڑ کر مر جائے۔ وہ میں ادا کر دوں گا۔ یعنی اس کا قرضہ میں دوں گا اور جو مال چھوڑ کر مر جائے اس کے وارث بانٹ لیا کریں لیکن قرضے کا فیصلہ پہلے فرماتے تھے تب نماز جنازہ پڑھتے تھے

ایک صحابی حضور کے پاس آئے۔ صحیح حدیث ہے۔ حاضر خدمت ہوئے۔ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا خیال ہے جناب کا اگر میں جہاد میں جاؤں، میں بھی مارا جاؤں۔ میرا گھوڑا بھی ذبح ہو جائے، میرے ہتھیار بھی ٹوٹ جائیں، میرے بدن کے پرزے ہو جائیں۔ کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میری قربانی سے میرے گناہ معاف ہو جائیں گے؟ کتنا پیارا سوال ہے؟ اے اللہ کے نبی اتنی میں قربانی دے دوں کہ میں جہاد پر جاؤں۔ اللہ کے دین کے لئے لڑوں کہ میں بھی ذبح ہو جاؤں، میرا بدن بھی ٹکڑے ٹکڑے اللہ کے راستے میں ہو جائے میرا گھوڑا بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے، میرے

ہتھیار بھی ٹوٹ جائیں، اتنی میں قربانی دوں۔ تو کیا یا رسول اللہ اس کی برکت سے میرے گناہ مٹ جائیں گے؟ امام الانبیاء نے فرمایا کہ ہاں بے شک بہت بڑی قربانی ہے۔ وہ اٹھا ابھی مسجد میں ہی تھا کہ جبریل امین فوراً آ گئے حضورؐ نے بلایا۔ ادھر آؤ۔ لوٹایا۔ پوچھا۔ کیا تو نے پوچھا تھا؟ عرض کیا حضورؐ یہ جو میں ابھی عرض کر گیا تھا کہ میں جہاد میں شریک ہو جاؤں اور میں جہاد میں مارا جاؤں، میرے بدن کے پرزے پرزے ہو جائیں، میرا گھوڑا بھی ذبح ہو جائے، میرے ہتھیار بھی ٹوٹ جائیں۔ کیا اتنی بڑی قربانی کے بعد میرے گناہ معاف ہو جائیں گے؟ آپ فرماتے ہیں کہ ہاں تیرے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اِلَّا الدَّیْنَ

فَاِنَّ جِبْرِیْلَ اَخْبَرَنِیْ اٰنِفًا

قرضہ نہیں معاف ہوگا ابھی جبریل نے آکر مجھے بتا دیا۔ قرضہ نہیں معاف ہوگا اس قربانی سے بھی۔ ابھی جبریل نے آکر مجھے بتا دیا۔

اس سے دوسرا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ دین کی مجلس ہے نا۔ قرآن کی برکت ہے۔ یہ انھیں اللہ کے نیک بندوں کی دعاؤں کا اثر ہے ورنہ مجھ ایسا گنہگار ایسی باتیں نہ سمجھ سکتا ہے نہ کہہ سکتا ہے اس سے اور بات نکلتی ہے کہ نبی کبھی غلط بات نہیں کہہ سکتا۔ نبی اگر منہ سے بات نکالے گا۔ غلط ہوگی، اللہ تعالیٰ فوراً متنبہ فرما دیں گے۔ اسی وقت رجوع ہو جائے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے متنبہ نہیں فرمایا نبی کے منہ سے جو نکلا وہ بالکل صحیح ہے اس لیے امام الانبیاء فرماتے ہیں۔

وَاللّٰہِ مَا اَخْرَجَ مِنِّیْ اِلَّا حَقٌّ

مجھے خدا کی قسم ہے میرے منہ سے وہی نکلتا ہے جو حق ہوتا ہے۔ اور فرمایا۔

لَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا یُرْضِیْ رَبَّنَا

نبی تو وہی بات منہ سے نکالتے ہیں، جو ہمارے رب کو پسند ہو اور قرآن نے بھی فرمایا۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۔ نبی تو اپنی خواہشات نفسانی سے بات بھی کوئی نہیں کرتا۔

تو جبریل نے آکر بتا دیا کہ آپ نے جو فیصلہ دیا۔ آپ کی بات تو پھر وحی بن جائے گی، آپ کی بات تو پھر حجت اور دلیل بن جائے گی۔ اللہ فرماتا ہے کہ اے میرے حبیبؐ بات آپ نے ٹھیک کی لیکن ذرا یہ شرط ساتھ لگا دیں اِلَّا الدَّیْنَ قرض کو میں معاف نہیں کروں گا۔

تو قرآن حکیم میں اللہ فرماتا ہے یہ بہت بڑی گھاٹی ہے۔ اس سے چھلانگ لگانا بڑا مشکل ہے۔ اور میں نے عرض کیا نا ابھی، ہمارے معاملات جو ہوتے ہیں میرے بھائی بڑے خراب ہوتے ہیں۔ آپ کے ممکن ہے ٹھیک ہوں۔ ہم تو بس یہی کوشش کرتے ہیں کہ روپیہ آئے، پیسے آئیں۔ خواہ وہ جائز ہوں خواہ ناجائز۔ اللہ سب کو رزق حلال نصیب فرمائے، اللہ حرام سے سب کو بچائے۔ معاملات کا تقویٰ بڑا مشکل ہے جس کو معاملات کا تقویٰ مل گیا واقعی وہ اللہ کے ہاں قبول ہو گیا۔ ہم نے دیکھا امام الاولیا حضرت مولانا لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس میں بیٹھا ہوا تھا۔ پندرہ بیس آدمی اور بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ بہاولپور کا ایک آدمی آیا۔ اس نے آکر حضرت کے ہاتھ میں ہاتھ دیا، مصافحہ کیا اور نوٹوں کا ایک دستہ (بنڈل) بھی حضرت کے ہاتھ میں دے دیا۔ حضرت نے لے لیا چونکہ میرے ساتھ باتیں کر رہے تھے، حضرت یہ سمجھے کہ کتاب ہے۔ سو سو کے نوٹ تھے جب باتیں ختم ہوئیں تو حضرت نے دیکھا کہ وہ تو نوٹ ہیں فرمایا کہ او ہو یہ کیا دیا؟ عرض کی جی میں یہ کچھ رقم لایا ہوں" فرمایا کس لیے؟ "جی کسی دین کے کام میں آپ صرف کر دیں" فرمایا جا کر دفتر میں جمع کرا دو اور وہاں سے رسید لے لو۔ تقویٰ ہے کہ نہیں؟ مجھ جیسا ہوتا تو جیب میں ڈال لیتا اور کہتا ٹھیک ہے کار لینی ہے۔ بیٹے کے لئے کوٹھی بنانی ہے۔ اگر مجھ جیسا ہوتا تو وہ نوٹ جیب میں ڈال لیتا۔ پچاس ہزار کی رقم قرآن شریف کے ترجمے کے لئے دے گئے اللہ کے دو بندے۔ آج تک کسی کو پتہ نہیں وہ کون تھے۔ پچاس ہزار روپے دے گئے حضرت مولانا لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کو۔ ابھی جو قرآن شریف نیا چھپ کر آیا ہے اس کے شروع میں لکھا ہوا ہے، مقدمے میں اور حضرت نے خطبے میں بھی فرمایا، خدام الدین میں بھی شائع ہوا ہے میرے دوست، میرے بھائی، ولی بننا بڑا مشکل ہے۔ مال کو دل سے ہٹانا اور دل کو مال سے ہٹانا یہ بڑا مشکل کام ہے جب تک اللہ کی توفیق شامل حال نہ ہو بڑے بڑے دعویدار ہوتے ہیں لیکن پیسوں میں ایسے ڈوب جاتے ہیں کہ نہ نماز کا پتہ ہوتا ہے، نہ روزے کا پتہ ہوتا ہے، سارے اعمال ضبط ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی زندگی سے بچائے۔ مولانا کو پچاس ہزار روپیہ دے گئے دو آدمی۔ پچاس ہزار روپیہ لائے۔ پچاس ہزار جی۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کون تھے۔ شام کی نماز کے بعد حضرت کے حجرے میں گئے، اور حضرت کے پیش کی کہ پچاس ہزار کی رقم ہم دیتے ہیں اور آپ کسی دین کے کام میں لگا دیں۔ حضرت نے فرمایا میرا قرآن شریف چھپ رہا ہے اس میں لگا دوں۔ بڑی لمبی بات ہوئی۔ میں خلاصہ عرض کرتا ہوں۔ عرض کیا جو آپ کی مرضی ہو کریں تو پچاس ہزار روپیہ آپ نے فیروز سنز کو دے دیا۔ وہ قرآن شریف کی طباعت میں خرچ ہو گیا۔ نہ حضرت مولانا نے پوچھا کہ تم کون ہو نہ انھوں نے بتایا کہ ہم کون ہیں تو وہ پچاس ہزار روپیہ اگر مجھ جیسا کوئی ہوتا تو کیا وہ بتاتا؟ وہ تو پچاس ہزار روپیہ کسی کو مل جائے جی۔ غائبانہ طریقے پر مل جائے وہ پھر باہر ظاہر کرتا ہے اس چیز کو؟

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اسی پر فرمایا کہ یہ بڑی مشکل گھاٹی ہے مالیات کے بارے میں اپنے آپ کو پاک کر لینا بڑی مشکل گھاٹی ہے فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ وہ کیا ہے؟ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ۝ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ۝ اللہ فرماتا ہے کہ جنھوں نے یہ گھاٹی عبور کر لی۔ کونسی گھاٹی؟ فَكُّ رَقَبَةٍ۔ غلام کو آزاد کر دیا۔ وہ تو آجکل قصہ ہی نہیں ہے۔ اَوْ اِطْعٰمٌ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ۝ سخت بھوک کے دنوں میں غلے کی گرانی کے دنوں میں کسی کو کھانا کھلایا۔ کس کو؟ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ۝ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اپنے قریبی خاندان کے کسی یتیم کو اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝ یا خاک آلود کسی مسکین کو کھانا کھلا دیا۔ فرمایا ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝ تب جا کر مسلمان پکا مومن بنے گا اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ۝ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائیگا۔

تو اب لگائیے یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ نماز کو قائم کرتے ہیں وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ اور اس مال میں سے جو ہم نے اُن کو دیا ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ میں یہ عرض کر دوں کہ یہاں پر صرف

باقی صفحہ ۱۴ پر

(ماسٹر) سالاری پانی پتی جامعی۔ سی ٹی

مومن کی پرواز

راکٹ میں نہیں بلکہ قرآن حکیم میں ہے۔
قبل الذکر سفلی جذبات ابھارتا ہے۔ موخرالذکر بندگی اور تابندگی سکھاتا ہے۔ ہر انسان کے لئے بے شمار حاکم ہیں مگر مومن کا صرف ایک ہی حاکم ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں۔ وہ ماں باپ۔ حاکم وقت اور رسول اللہ کی اطاعت اس وجہ سے کرتا ہے کہ مالک حقیقی کا حکم ہے مگر جب دنیاوی اطاعت حاکم حقیقی کے حکم سے ٹکرانے لگے تو اطاعت کا جوا اپنی گردن سے اتار پھینکئے اور اس اطاعت کے مردے کو ایسی گہری قبر میں دفن کیجئے کہ وہ پھر اٹھ کر نہ آسکے۔ یہ ہے مومن کی پرواز۔ وقت آگیا ہے کہ قرآن حکیم کی حکمتوں کو عام کیا جائے تاکہ انسان چاند اور ستاروں کی دنیا میں الجھ کر نہ رہ جائے بلکہ سمجھ سکے "

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

اللہ نے فرمایا۔ اے ایمان والو! مانئے حکم اللہ اور رسول جب کہ اس کام کی طرف بلائے جس میں آپ کی زندگی ہے۔

تشریح

تاریخ شاہد ہے کہ محمود و ایاز میں کوئی رشتہ داری نہ تھی مگر پیار بے حد تھا۔ غلام اپنے آقا کا ہر حکم بجا لانے کو سعادت سمجھتا تھا۔ اس چیز نے ایاز کو محمود کی نظر میں ممیز کر دیا۔ اسی طرح سمجھئے کہ ہماری اور اللہ کی کوئی رشتہ داری تو نہیں ہے۔ غلام اور آقا ہونے کی نسبت ہے۔ اگر بندہ آقائے حقیقی کے حکم کو اسی طور بجا لائے جس طرح کہ ایاز لاتا تھا اور رسول اللہ کی اطاعت اسی طرح کرے جس طرح کہ مالک حقیقی نے کہا تو وہ نہ صرف اللہ کی نظر میں محبوب و مقبول ہی ہو گا بلکہ لطف و کرم۔ نوازشات و انعامات سے بھی نوازا جائے گا۔ اور اگر بندہ بندہ ہونے کے باوجود اللہ کا حکم نہیں مانتا اور رسول کی اطاعت نہیں کرتا تو تعزیرات خدا کی نظر میں باغی۔ سرکش اور نافرمان ہے۔

باغی کی سزا دنیا میں کورٹ مارشل اور اس دنیا میں کڑا عتاب اور بڑا عذاب ہے۔
اللہ نے فرمایا مومن کی پرواز اللہ اور رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔ نافرمانی میں نہیں۔

اے ایمان والو اپنے باپوں۔ بھائیوں کو بھی اپنا سرپرست نہ بنایئے اگر وہ کفر کو ایمان کے مقابل پسند کرتے ہوں اور جو بھی انہیں سرپرست بنائے گا۔ وہ ظالم ہوگا۔

تشریح

ایمان یہ ہے کہ اللہ معبود ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ ہر چیز پر وہ قادر ہے ہر نفع و نقصان اس کے ہاتھ میں ہے۔ حقیقی ایمان کا اشارہ ہے کہ بندہ عملی طور پر کرنے لگے۔

جب مقصود زندگی ہی اللہ ٹھیرا تو پھر مومن کی پرواز "ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں" ہی ہو گی۔ وہ راکٹ کی پرواز اور چاند ستاروں پر کمندیں ڈالنے کو کب خاطر میں لائے گا۔ اس کا جہاں تو اور ہی ہو گا۔ اونچا۔ بلند اور پاکیزہ۔
اللہ پر ایمان لانے کے بعد بندہ کا اپنا کچھ بھی نہیں رہتا۔ بیوی۔ مال اسباب۔ گھر بار کی کچھ حیثیت نہیں رہتی۔ وہ دنیا میں اتنا ہی لگاؤ رکھتا جتنا کہ مالک حقیقی کے اسے حکم دیا ہے۔

اللہ نے فرمایا۔ اے ایمان والو! آپ ان لوگوں میں سے قتل کیجئے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور نہ جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے۔ حرام کرتے ہیں اور نہ دین حق اختیار کرتے ہیں۔

تشریح

اسلام امن و سلامتی اور خدا کی اطاعت کا پیام لے کر دنیا میں آیا ہے اور اسلام کا مقصد دنیا سے شر و فساد کو مٹانا ہے مگر جو لوگ امن میں خلل ڈالتے اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔ اور حرام کو حرام نہیں سمجھتے اور دین حق کو اختیار نہیں کرتے۔ وہ قابل گردن زدنی ہیں۔ اسلام ایسے لوگوں کے خلاف جہاد کا حکم دیتا ہے یہاں تک کہ وہ راہ راست پر آجائیں۔
قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ... دین الحق من الذین۔
اللہ نے فرمایا۔ اے مومنو! آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ جب آپ سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے راستے میں نکلئے تو آپ زمین پر بھاری بن جاتے ہیں۔ کیا آپ نے دنیاوی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں پسند کیا ہے پس دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں ایک قلیل سرمایہ ہے اگر آپ نہ نکلے تو آپ کو خدا دردناک عذاب دے گا۔

تشریح

یہاں جہاد کا سبق ہے۔ جہاد اسلام کا ایک فریضہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔ خدا پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا خواہ وہ قلمی ہو یا مالی بدنی ہو یا تبلیغی و اشاعت اسلام کے لئے گھر سے نکلنا، یہ سب جہاد ہیں۔
اللہ کا کتنا واضح اور روشن اعلان ہے کہ مزدور اپنی مزدوری میں۔ کاشت کار اپنی کاشت کاری میں۔ ملازم اپنی ملازمت میں، دوکاندار اپنی دوکانداری میں اور تاجر اپنی تجارت میں صبح سے شام تک لگے رہتے ہیں اور اللہ کے راستہ میں اللہ کا دین پھیلانے کے لئے جماعتیں بنا کر گھر سے نہیں نکلتے۔ یاد رکھئے موجودہ دور میں حاجی محمد الیاس صاحب مرحوم نے نظام الدین دہلی سے یہ تحریک جاری کر دی۔ ازاں بعد بھی اگر کوئی بیوی بچوں۔ دکانوں اور مالوں کو چھوڑ کر خدا کے راستے میں نہ نکلے اور غلبہ اسلام جہاد نہ کرے تو وہ ظالم ہے اور ظالم کے لئے دردناک عذاب ہے۔

طائف کا واقعہ

محمد ارشد اعظمی

بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا دسواں سال ہے شوال کا مہینہ ہے ہر طرف ضلالت و گمراہی کی گھٹا چھائی ہوئی ہے۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اہل ضلالت کو ہدایت پر لانے کی بے پایاں جدو جہد کر رہے ہیں۔ شہر طائف (جو مکہ سے بیس چالیس میل کے فاصلہ پر ایک سرسبز و شاداب شہر آباد ہے) کی طرف تبلیغ اسلام کی غرض سے روانہ ہوتے ہیں۔ آپ کے رفیق سفر حضرت زید بن حارثہؓ ہیں جو آپ ہی کے غلام باوفا ہیں وہاں پہونچنے کے بعد رہبر اعظم ہادی اکبر صلی اللہ علیہ وسلم امراء اور روساء سرداران قوم کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور تبلیغ و ہدایت میں مصروف ہو جاتے ہیں مگر ان میں سے کسی کو توفیق نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ سب آپ کے دشمن ہو جاتے ہیں اور وہاں کے غنڈوں اور اوباشوں کو ورغلا دیتے ہیں کہ سرور کائنات کو تکلیف پہنچائیں اور ایذارسانی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں چنانچہ یہ سنگدل آپ کے درپے آزار ہو جاتے ہیں اور جسد اطہر پر سنگ باری شروع کر دیتے ہیں آپ کے رفیق سفر جس طرف پتھر آتا دیکھتے اس طرف اپنی پشت کر دیتے تاکہ رحمۃ للعالمین کو چوٹ نہ لگے مگر ایک اکیلا شخص کہاں تک حفاظت کر سکتا ہے لہذا حضرت زید بن حارثہؓ خود زخمی ہو ہی گئے۔ اس سے زیادہ چوٹ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آئی اور آپ کے پیر مبارک لہو لہان ہو گئے مگر ان سنگدلوں نے اس میں کمی نہ کی بلکہ تکلیف دیتے چلے گئے حتیٰ کہ آپ کے گھٹنوں سے خون بہنے لگے۔ اسی کو حفیظ جالندھری نے بڑے موثر انداز میں بیان کیا ہے۔

بڑھے انبوہ در انبوہ پتھر لے کے دیوانے
لگے مینہ پتھروں کا رحمت عالم پہ برسانے
وہ ابر لطف جس کے سایہ کو گلشن ترستے تھے
یہاں طائف میں اسکے جسم پہ پتھر برستے تھے
وہ بازو جو غریبوں کو سہارا دیتے رہتے تھے
پیاپے انہوں نے پتھروں کی چوٹ سہتے تھے
وہ سینہ جس کے اندر نور حق مستور رہتا تھا
وہی اب شق ہوا جاتا تھا اس سے خون بہتا تھا
فرشتے جن پہ آ آ کر جبین شوق رکھتے تھے
وہ پائے ناز میں زخموں کی لذت آج چکھتے تھے

آہ یہ وقت آ پڑا ہے کہ اس ذات کو تکلیف پہنچائی جا رہی ہے جو کہ ساری دنیا کا ہادی و رہبر ہے۔ اس ذات کی ایذارسانی کی سعیٔ بے پایاں کی جا رہی ہے جو کہ اللہ کا محبوب و مقبول بندہ ہے اس ہستی پر سنگ باری کی جا رہی ہے۔ جو کہ یتیموں کا والی، ضعیفوں کا ملجا، غلاموں اور بیواؤں کا ماویٰ ہے وہ عظیم المرتبت ہستی کہ اگر ذرا لب کو جنبش ہو جائے تو ان کی بدمستیوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے اگر ایک اشارہ کر دے تو اس قوم کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹ جائے اس جسد اطہر کو سنگ باری کا تختۂ مشق بنایا جا رہا ہے جو کہ اگر درگاہ خداوندی میں بد دعا کر دے تو اس جماعت کے پرخچے اڑ جائیں اور ان کے حکومت کا تختہ الٹ جائے مگر نہیں نہیں کیوں؟ شان رحمۃ للعالمین مانع ہو رہی ہے۔ محبت و شفقت گوارا نہیں کر رہی ہے بلکہ زبان مبارک سے یہ الفاظ نکل رہے ہیں کہ "اے اللہ یہ نادان و بے سمجھ ہیں یہ نہیں جانتے ہیں تو ان کو ہدایت عطا فرما" اسی کو حفیظ جالندھری بڑے دل نشین انداز میں فرماتے ہیں۔

دعا مانگی الٰہی قوم کو چشم بصیرت دے
الٰہی رحم کر ان پر انھیں نور ہدایت دے
جہالت ہی نے رکھا ہے صداقت کیخلاف ان کو
بیچارے بے خبر انجان ہیں کر دے معاف ان کو
فراخی ہمتوں کو روشنی دے ان کے سینوں کو
کنارے پر لگا دے ڈوبنے والے سفینوں کو
الٰہی فضل کر کہسار طائف کے مکینوں پر
الٰہی پھول برسا پتھروں والی زمینوں پر

ہم مسلمان مردوں اور عورتوں کو اس واقعہ سے سبق لینا چاہیئے کہ اگر اللہ کے راستہ میں مشقت و شدت کے کیسے ہی پے در پے حملے ہو رہے ہوں مگر ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیئے اور صبر و استقامت سے کام لینا چاہیئے منجانب اللہ اگر مسلسل بلائیں نازل ہو رہی ہوں تو استقلال و مضبوطی سے جمے رہنا چاہیئے، ہمارا رب کیسے مربیانہ اور حکیمانہ انداز میں مشقتوں اور تکالیف پہ صبر کا حکم فرماتا ہے۔

"اے لوگو ایمان والو صبر کرو اور آپس میں صبر کی فہمائش کرو اور ربط و تعلق پیدا کرو اور اللہ سے ڈرو شاید کہ تم لوگ فلاح پا جاؤ (رکوع ع)

اس آیت کریمہ میں اللہ جل جلالہ نے صبر و باہم ربط اور خوف خدا پر فلاح کو مرتب کیا ہے۔ لہذا اے مسلمان مردو اور عورتو کمربستہ ہو جاؤ اور صبر و استقامت سے بہرہ جاؤ اور دلوں میں خوف خدا پیدا کرو۔ انشاء اللہ اس کا اجر و ثواب آخرت میں ملے گا ہم سب لوگوں کو دعا کرنا چاہیئے۔

داخلہ

واصف خلیل

بیماروں کے حقوق

خدا نے جن کو صحت و طاقت عطا فرمائی ہے ان پر بیمار آدمیوں کے حقوق ہیں۔ بیمار آدمی اپنی کمزوری و نقاہت اور معذوری کے سبب سے دوسروں کا محتاج ہوتا ہے اُسے بیمار انسان کی خبر گیری و خدمت اعانت ان کی دیکھ بھال، دلجوئی اور عیادت ہر صحت مند آدمی کا اخلاقی فرض ہے اس کمزور و ضعیف طبقہ کی دیکھ بھال اور عیادت کا ہر مسلمان کو حکم ہے۔ اگر کوئی مسلمان کسی بیمار فرد یا جماعت کی خدمت و سلوک میں وقت لگاتا ہے ان کی دلجوئی و اعانت کرتا ہے تو وہ خدا کی بڑی خوشنودی حاصل کرتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کوئی مسلمان کسی مسلمان کے غم کو ہلکا کرے گا خدا اس کے غم کو ہلکا کرے گا۔

تکلیف سے گناہ معاف ہوتے ہیں

اور پھر خدا تعالیٰ نے ایسے بیمار انسانوں سے خود بہت سی پابندیاں ہٹا دیں اور ان کی دلجوئی فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَا یُصِیْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ وَلَا أَذًی وَلَا غَمٍّ حَتَّی الشَّوْکَةِ یُشَاکُهَا اِلَّا کَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَایَاہُ۔ (بخاری مسلم)

ترجمہ:۔ کسی مسلمان کو کسی طرح کی تکلیف و اذیت، ہم و غم اور مشقت ملتی ہے، یہاں تک کہ کوئی کانٹا اس کو چبھ جائے تو اس کے بدلے اللہ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

عیادت:۔

مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ بیمار انسانوں کی عیادت کریں، ان کی دلجوئی و اعانت کریں۔ ان خدمت گزار مسلمانوں کو بشارت دی گئی۔ حضورؐ نے فرمایا مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں (ان میں سے ایک) مریض کی عیادت ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے، قیامت میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ "اے ابن آدم میں بیمار ہوا تو نے عیادت نہ کی، وہ کہے گا میں تیری عیادت کیسے کرتا۔ تو تو رب العالمین ہے۔ اللہ فرمائے گا کیا تو نہ جانتا تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا اور تو نے عیادت نہ کی، اگر تو عیادت کرتا تو مجھ کو اس کے پاس ہی پاتا۔ (مسلم)

ان المسلم اذا عاد اخاہ المسلم لم یزل فی خرفة الجنة حتی یرجع قیل یا رسول اللہ وما خرفة الجنة قال جناھا (مسلم)

ترجمہ:۔ جب کوئی مسلمان کسی مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو اس وقت تک وہ جنت کے باغیچہ میں رہتا ہے جب تک عیادت کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ لوٹ آئے۔

جو مسلمان کسی مسلمان کی عیادت صبح کرتا ہے تو اس پر شام تک ستر ہزار فرشتے دعا کرتے ہیں اور جو کوئی شام کو عیادت کرتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے دعا کرتے ہیں ایسے شخص کے لیے جنت کا باغیچہ ہے

جب کوئی مریض کی عیادت کو جائے تو اس کے سامنے دعائیہ کلمہ کہے، زبان سے بھی بھلی بات کہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ حضور جب کسی کی عیادت فرماتے تو فرماتے۔

لا باس طھور ان شاء اللہ۔

مریض کی دعا قبول ہوتی ہے:۔

خدا مریض کی دعا قبول فرماتا ہے اس لئے حضور کا حکم ہے کہ جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اس سے اپنے لیے دعا کو کہو، اس کی دعا فرشتوں کی جیسی دعا ہوتی ہے۔

مریض کے پاس زیادہ نہ ٹھہرے ممکن ہے مریض کو اس کے زیادہ قیام سے تکلیف ہو۔ سنت بھی یہی ہے کہ عیادت کرے اور رخصت ہو وے تاکہ مریض کو دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں مریض سے کم گفتگو اور اس کے پاس کم ٹھہرنا سنت ہے۔

بقیہ:- درس قرآن

مال ہی مراد نہیں ہے مِمَّا ہر اس چیز سے جو ہم نے ان کو دی۔ کسی کو اللہ نے طاقت دی، کسی کو اللہ نے علم دیا۔ کسی کو اللہ نے ہنر دیا۔ کسی کو اللہ تعالیٰ نے تجربہ دیا، تو جو کچھ دیا اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ مثلاً آپ میں سے ایک دوست جا رہے ہیں، اچھے تگڑے نوجوان خوبصورت۔ دیکھا ایک بوڑھا مزدور چلا آ رہا ہے۔ اس بوڑھے کے سر پر ٹوکرہ ہے، بوری ہے، بڑی بھاری ہے جس کو بوڑھا نہیں اٹھا سکتا۔ اس نے صرف پیٹ کے لئے اٹھایا ہے۔ وہ مفلس ہے۔ محتاج ہے، قلاش ہے۔ وہ اڈے سے سامان اٹھا رہا ہے یا گلیوں میں جو سامان ڈھو رہا ہے وہ پیٹ کے لئے ہے اور میں ساتھ جا رہا ہوں، میرا بدن بھی تگڑا ہے، طاقت مجھ میں ہے۔ اگر میں یہ کہہ دوں کہ باباجی میں بھی اسی طرف جا رہا ہوں۔ پیسے تم سے لینا لیکن میں تیری مدد یہ کر سکتا ہوں کہ یہ بوجھ میں اٹھا لوں۔ اس سے اگر میں نے لے لیا تو مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝ میں میں بھی آ گیا۔ میں نے اپنے بدن کو خرچ کیا۔ میرے پاس علم ہے۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ جی مجھے درخواست لکھ دو۔ میں ان پڑھ ہوں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ درخواست لکھ دی۔ یہ بھی ہے مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝۔ میرے پاس طب ہے، تجربہ ہے، جو کچھ میرے پاس ہے، جو اللہ نے مجھے سکھایا ہے اس کو میں اگر اللہ کے نام پہ خرچ کر دوں یہ بھی انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ باقی آیتیں رہ گئی ہیں۔ گھنٹہ پورا ہو چکا ہے۔ اسی کا ترجمہ کر کے میں ختم کرتا ہوں۔ انشاء اللہ ۲۸ فروری کو پھر ملاقات ہو گی۔

غلام حسین، قلعہ گجر سنگھ
لاہور

طبیعت اور شریعت

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ہ پ ۲ البقرہ آیت ۲۰۸

ترجمہ:- اے ایمان والو! اسلام میں سارے کے سارے داخل ہو جاؤ۔ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔ کیوں کہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

ایمان لانے کے بعد مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اسلام کو پورا پورا قبول کرلے یعنی ظاہر باطن عقیدہ اور عمل میں صرف احکام اسلام کی پیروی کرے کسی دوسرے کے کہنے سے یا اپنی عقل سے کوئی حکم تسلیم نہ کرے نہ اس پر عمل کرے۔ کسی عقیدہ یا کسی عمل کی وجہ سے مستحسن سمجھ کر اپنی طرف سے دین میں شمار کر لینا بدعت ہے اور شیطان بدعات کو دین میں شامل کر کے دین کو خراب کرتا ہے۔ ہماری طبیعت شریعت کے تابع رہ کر چلنے سے اکثر انکار کر دیتی ہے جن باتوں کو طبیعت مان لیتی ہے ان پر تو عمل کر لیتے ہیں۔ لیکن جنہیں طبیعت نہیں مانتی ان کا انکار کر دیتے ہیں۔ یہ دورنگی ہے اور بڑی مہلک بیماری ہے جس میں عام لوگ گرفتار ہیں اور آخری دم تک یہ بیماری پیچھا نہیں چھوڑتی۔ اس کا علاج اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرنے اور اس کے دروازے پر آنے میں ہے اسی طرح طبیعت شریعت کے تابع رہ کر چلنے کے لیے آمادہ ہو جائے گی۔

اسلام کے معنی ہیں سپر ڈال دینا جھک جانا اطاعت قبول کر لینا اور اپنے آپ کو سپرد کر دینا۔ اپنے آپ کو سپرد کر دینے کے بعد خود رائی خود مختاری اور فکر و عمل کی آزادی بالکل ختم ہو جاتی ہے اور مسلمان اپنی زندگی کے کسی بھی شعبے میں اپنے آپ کے اللہ کے قوانین کی پیروی سے مستثنیٰ نہیں کر سکتا اس کی زندگی کا کوئی پہلو اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا۔ آنکھ کان ہاتھ اور پاؤں زبان سب کو اسلام کے قوانین کے ماتحت رکھنا پڑے گا۔ اگر آپ اپنی طبیعت کے مطابق اپنے کسی ادنے سے ادنے معاملہ میں بھی اپنے آپ کو دین کی پیروی سے مستثنیٰ قرار دیں گے اور اپنی خواہشات پر چلیں گے تو سمجھ لیں کہ آپ کا دعویٰ ایمان سچا نہیں ہے۔ قلب میں داخل ہونے والے ایمان کی شان تو بھی اٰمنّا و صدّقنا ہوتی ہے۔ داخلی ایمان کی طاقت بجائے خود اتنی زبردست ہوتی ہے کہ اس کو کسی خارجی تائید و توثیق کی ضرورت قطعاً نہیں رہتی اور اسلامی زندگی کو کسی راہ پر لگنے کے لیے کسی عقلی دلیل کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ماحول اور معاشرہ کی شدید سے شدید مخالفت اور عداوت سے بھی داخلی ایمان کبھی مغلوب و متاثر نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا ہے اور طبیعت شریعت کے مطابق چلنے پر مجبور ہو جاتی ہے جب تک قلب زندگی کے سارے اعمال و افعال میں خدا کی رضا یا ناراضی اور آخرت کی فلاح و بربادی پر نظر نہ رکھے صحیح دینی زندگی پیدا ہی نہیں ہو سکتی جب تک قلب خدا کی طرف متوجہ نہ ہو تو اس میں برکت و نورانیت پیدا ہی نہیں ہو سکتی توجہ الی اللہ کے معنی صرف یہ ہیں کہ دل خدا کی طرف متوجہ ہو اور ظاہری اعمال میں شریعت کی پابندی ہو ظاہری اور باطنی اعمال دونوں کو جمع کیا جائے تو پھر کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

عمل کا قصور ہمارے ایمان کی کمزوری کا راز فاش کر دیتا ہے عمل کی کمی ایمان کی کمزوری ہے کسی چیز پر پورا یقین ہو جانے کے بعد اس کے برخلاف عمل کرنا انسان کی فطرت کے خلاف ہے جو لوگ خدا کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بنا لیتے ہیں اور اس صریح گمراہی کے باوجود سمجھتے ہیں کہ ہم ٹھیک رستے پر چل رہے ہیں۔ اور جو روش اور طریقہ ہم نے اختیار کر رکھا ہے وہ مذہبی حیثیت سے بالکل درست ہے۔ تو وہ کفر شرعی کے مرتکب ہو رہے ہیں اور اپنی ہلاکت کے سامان پیدا کر رہے ہیں۔ ہوس انسان کو اندھا کر دیتی ہے تو کوئی بڑی سے بڑی دلیل بھی کام نہیں دیتی دل میں حق قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہو تو دلائل کے انبار کی ضرورت نہیں پڑتی۔ سیدھی سادھی بات بھی دل میں اتر جاتی ہے اور طبیعت اس کی تائید و حمایت پر فوراً آمادہ ہو جاتی ہے۔

"شریعت کے بعض احکام کا ماننا اور بعض کا انکار کر دینا دنیا اور آخرت میں ذلت اور رسوائی کا باعث ہے۔"

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یُرَدُّوْنَ اِلٰٓی اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ہ پارہ اول البقرۃ آیت ۸۵

ترجمہ:- کیا تم کتاب کے ایک حصہ پر ایمان رکھتے ہو اور دوسرے کا انکار کرتے ہو پھر جو تم میں سے ایسا کرے اس کی یہی سزا ہے کہ دنیا میں ذلیل ہو اور قیامت کے دن بھی سخت عذاب میں دھکیلے جائیں اور اللہ اس سے بے خبر نہیں جو تم کرتے ہو۔

حاشیہ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ

ایسا کرے "یعنی بعض احکام کو ماننے اور بعض کا انکار کرے" اس لیے کہ ایمان کا تجزیہ تو ممکن نہیں تو اب بعض احکام کا انکار کرنے والا بھی کافر مطلق ہوگا۔ صرف بعض احکام پر ایمان لانے سے کچھ بھی ایمان نصیب نہ ہوگا۔ اس آیت سے صاف معلوم ہو گیا کہ اگر کوئی شخص بعض احکام شرعیہ کی تو متابعت کرے اور جو حکم اس کی طبیعت یا عادات یا غرض کے خلاف ہو اس کے قبول میں قصور کرے تو بعض احکام کی متابعت اس کو کچھ نفع نہیں دے سکتی۔

ہم میں سے اکثر لوگ اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں، جس حکم کو طبیعت نے مان لیا اس پر عمل کر لیا اور جس کو اپنی مرضی اور خواہشات کے خلاف پایا اس کو رد کر دیا ایسے ہوا پرست لوگ کیسے ہدایت حاصل کر سکتے ہیں اللہ تعالیٰ کی عادت اس قوم کو ہدایت دینے کی ہے جو ہدایت کی طالب ہو خواہشات کی پیروی ایمان کی کمزوری کی وجہ سے ہوتی ہے ایمان جب زبانی اقرار کے مراحل سے گزر کر قلبی تصدیق کی منزل میں داخل ہو جاتا ہے تو اس کے نتائج کردار کی قوت۔ سیرت کی پختگی اور اعمال کی پاکیزگی صورت میں ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ قلبی تصدیق کے بغیر ایمان کی حیثیت کاغذی پھول کی سی ہوتی ہے جو روح میں بالیدگی پیدا کرنے والی خوشبو سے محروم ہوتا ہے ایمان امتحان کی کسوٹی پر پورا اترنے کے بعد قیمت پاتا ہے۔ ایمان سراسر محبت ہے اور محبت محبوب کی طاعت کو فخر سمجھتی ہے محبت خام ہو تو خواہشات اور وسوسے غالب آ جاتے ہیں اس مرض کا پتہ تصادم کے وقت لگتا ہے حقوق اللہ

کے ادا کرنے میں طبیعت اتنی مانع نہیں ہوتی جتنی حقوق العباد کے ادا کرنے میں ہوتی ہے بعض لوگ نماز ہمیشہ با جماعت ادا کرتے ہیں نوافل بھی کثرت سے پڑھتے ہیں اللہ کی راہ میں مال بھی خرچ کرتے ہیں زکوٰۃ بھی دیتے ہیں اور حج بھی ادا کرتے ہیں۔ لیکن حقوق العباد کی ادائیگی میں اکثر فیل ہو جاتے ہیں اگر کسی رشتہ دار یا کسی عزیز اور ہمسائے کے ساتھ ذرا سی بات پر کوئی جھگڑا ہو جائے تو ہفتے مہینے اور بعض حالات میں سالوں تک سلسلہ کلام اور علیک سلیک بند کر دیتے ہیں یہ بڑا مہلک مرض ہے کسی روحانی طبیب سے مشورہ لینا چاہیئے۔ صحابہ کرام رضؓ کی پاکیزہ زندگیوں کا مطالعہ کیجئے کیا وہ حق تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی تعمیل میں اپنی خواہشات کی پیروی کرتے تھے اور جس حکم کو طبیعت مانتی تھی اس پر عمل کرتے تھے اور جس طرح جس کو طبیعت نہیں مانتی تھی اس کو ترک کر دیتے تھے۔ نہیں اور ہر گز نہیں صحابہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت تھی اور آپ کے ہر حکم کی تعمیل کو اپنے لیے باعث فخر سمجھتے تھے صحابہ کرام رضؓ کے ایمان کی پختگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت کاملہ نے اقوام دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔

اطاعت کی اولین شرط محبت ہے محبت نہ ہو تو اطاعت ہو ہی نہیں سکتی بندہ میں بندگی کی شان ہی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اس کی موت و حیات خدا کے لیے ہو جیئے تو اس کی رضا کے لیے اور مرے تو اسی کا بندہ ہو کر ورنہ صرف نفس کی آمد و شد کا نام تو زندگی نہیں ہے یہ زندگی تو حیوانات کو بھی حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنی تمناؤں اور آرزوؤں کو خیر باد کہنا پڑتا ہے۔ اس کے بغیر چارہ کار نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کا احساس جب دل میں پیدا ہو جائے تو پھر اپنی ذات کا احساس باقی نہیں رہتا اور نہ اپنے اختیارات نافذ کرنے کی ہوس باقی رہتی ہے پھر تو یہی خواہش ہوتی ہے کہ ادھر سے حکم ہو اور جان نثار کر دی جائے صحابہ کرام بلا چون و چرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب بندہ عبودیت کے مفہوم سے آشنا ہو جاتے بندہ کے ایمان کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے جب وہ اللہ کی رضا میں ڈھل جائے رضا کی منزل میں داخل ہونے کے بعد خواہشات کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دی جاتی ہیں اور اپنے اختیارات کی تلوار توڑ دی جاتی ہے۔ پھر بندہ مشیت ربانی کے تابع ہو جاتا ہے اور اس کی زندگی منور ہو جاتی ہے دنیا اور آخرت میں چین کی زندگی نصیب ہوتی ہے۔

لیکن بندہ جب خواہشات کا پشتارہ لے کر مشیت کے سامنے آکر کھڑا ہو جاتا ہے تو اسے کبھی راحت نصیب نہیں ہوتی۔ محبوبیت اطاعت گذاروں کا حصہ ہے نافرمانوں کو نہیں ملا کرتی

اسلام میں داخل ہونے کے لیے لَآ اِلٰهَ
اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

کا اقرار یا حلف وفاداری اٹھانا پڑتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کلمہ کا پڑھنے والا صرف اللہ کے آگے جھکے گا اس کے آگے ہاتھ پھیلائے گا۔ اس کے سوا کسی دوسرے کی اطاعت اور عبادت نہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کے آگے سر تسلیم خم کرے گا۔ معنی اور نتائج کے اعتبار سے دنیا کا کوئی بول دنیا کی کوئی شہادت اس مختصر سی بات یعنی کلمہ طیبہ سے زیادہ اہم نہیں اس چھوٹے سے جملہ پر دل سے گواہی دینے سے انسان کی زندگی یکسر بدل جاتی ہے۔ اگرچہ اس کی پہلی ساری زندگی خدا کی نافرمانی اور گناہ و عصیاں میں بسر ہوئی ہو لیکن سچے دل سے اس حقیقت کا اعتراف کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔ زبان سے تو ہر کوئی کلمہ پڑھتا پھرتا ہے۔ سلطان باہوؒ نے کیا اچھا کہا ہے۔

زبانی کلمہ سب کوئی پڑھدا دلدا پڑھدا کوئی ہو
جتھے کلمہ دلدا پڑھیے اوتھے زبان نہ ہلدی دہائی ہو

جب کلمہ کی حقیقت دل میں پوری طرح جاگزیں ہو جائے تو پھر زبان گنگ ہو جاتی ہے لیکن دل سے کلمہ وہی پڑھتا ہے جس کے دل میں خدا کی محبت ہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہو اور اس کے عشق کی آگ دل میں جل رہی ہو یہ آگ ساری خواہشات اور وساوس کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ پھر انسان اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کی بجا آوری کے لئے پوری طرح آمادہ ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کے حالات میں غور کر کے دیکھئے کہ وہ دل سے کلمہ پڑھنے کے بعد کسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم پر عمل کرنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے لیکن ہم چونکہ سچے دل سے اس کلمہ کی حقیقت کا اعتراف نہیں کرتے اور نہ ہمارے دل میں خدا کے ساتھ کوئی رابط ہوتا ہے اس لئے قدم قدم پر شریعت کے احکام کی مخالفت کرتے چلے جاتے ہیں شریعت کی جس بات کو طبیعت مان لے اس پر عمل کر لیتے ہیں جہاں طبیعت اڑ جائے وہاں آباؤ اجداد کے رسم و رواج کو ترجیح دیتے ہیں اسی جہالت پر جتنا بھی رویا جائے کم ہے۔ لیکن حیرانی تو اس بات کی ہے کہ جو کچھ بھی ہم کرتے ہیں اس کو عین اسلام خیال کرتے ہیں ہم مسلمان ہونے کا دعویٰ بڑے زور و شور سے کرتے ہیں لیکن ہمارے اقوال و اعمال اس کے برخلاف ہیں نہ خود اس پر عمل کرتے ہیں نہ دوسروں کو اس کی طرف رغبت دلاتے ہیں۔ ہمارے رسم و رواج غمی اور شادی کی تقریبات پر اسلامی پہلو نظر ہی نہیں آتا۔ ہم اسلام کی بجائے جاہلیت کو ترجیح دیتے ہیں ہم زبان سے کچھ ہی کہتے پھریں لیکن ہمارے اعمال گواہی دے رہے ہیں کہ ہمیں اس دین کا کوئی طریقہ بھی پسند نہیں یاد رکھو اللہ تعالیٰ کا قانون اٹل ہے جو اس کے قانون سے سرکشی کرتا ہے اس کو سزا مل کر رہتی ہے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ مسلمان تو کہتے ہیں فرمانبردار اور حکم بردار کو۔ جب انگریزوں نے قانون وراثت بنایا تھا تو زمینداروں سے دریافت کیا گیا تھا کہ آیا وہ زمین کی تقسیم شریعت کے مطابق کرنا چاہتے ہیں یا رواج کے مطابق۔ تو انہوں نے متفقہ طور پر جواب دیا تھا کہ ہم رواج کے مطابق تقسیم چاہتے ہیں کیا یہی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے؟ کیا وراثت کی آیات انکار کر کے مسلمان مسلمان رہ سکتا ہے؟ انسان جب اللہ تعالیٰ کی تجویز کردہ راہ عمل کو نظر انداز کر کے خواہشات کے پیچھے دوڑنے لگتا ہے تو وہ اپنا سکون کھو بیٹھتا ہے اور تباہی کے گڑھے میں گر جاتا ہے۔ مومن کے پیش صرف خدا کی رضا ہونی چاہیئے۔

کامیابی تسلیم و رضا میں ہے

حیات انسانی میں جو بھی فساد پیدا ہوتا ہے اس کا باعث صرف یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے ارادے کو اللہ تعالیٰ کے ارادے پر غالب کرنے کی کوشش کرتا ہے اور چاہتا یہ ہے کہ جو میں چاہوں وہ ہو خدا کی مشیت میرے ارادے میں حائل نہ ہونے پائے۔ مطابقت بھی خود غرض انسان وہیں تک کرتا ہے جہاں تک اس کا مفاد اجازت دے جہاں اپنی مصلحتوں اور ربانی مصلحتوں میں تضاد پیدا ہو جاتا ہے نفس کا بندہ اطاعت چھوڑ کر قدرت سے مقابلہ

"عائشہؓ اور خلافتِ علیؓ"
نامی کتاب کی اشاعت پر شدید احتجاج

لاہور۔ ۲۰ فروری بعد از نماز عشاء جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ میں تقسیم اسناد کے سلسلے میں ایک عظیم الشان اجتماع ہوا جس کی صدارت قدوۃ الصلحا، مخدوم العلما منبع علم و عرفان حضرت مولانا رسول خان صاحب مدظلہ العالی نے فرمائی۔ اجلاس سے صدر محترم کے علاوہ حضرت مولانا امین الحق صاحب اور خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی مدظلہ نے خطاب فرمایا۔ اجلاس کی کارروائی محترم ماسٹر لال دین صاحب اخگر نے تحریر فرمائی ہے جو انشاء اللہ آئندہ ہفتہ ہدیۂ قارئین کی جائے گی۔ اجلاس کے آخر میں خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی نے "عائشہؓ اور خلافتِ علیؓ" نامی کتاب کی اشاعت پر شدید احتجاج کیا اور ایک قرارداد پیش کی جو حاضرین کے پرجوش نعروں کے درمیان متفقہ طور پر منظور ہوئی۔ قرارداد حسب ذیل ہے

مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ کا یہ عظیم الشان اجلاس "عائشہؓ اور خلافتِ علیؓ" نامی کتاب کی اشاعت پر انتہائی غم و غصہ کا اظہار کرتا ہے جس میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف نہایت ہی مکارانہ انداز میں کیچڑ اچھالنے کی مذموم حرکت کی گئی ہے اور اصحاب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے داغ کردار پر سوقیانہ حملے کیے گئے ہیں۔ یہ اجلاس گورنر مغربی پاکستان اور کارپردازان مملکت سے پر زور مطالبہ کرتا ہے کہ اس دلآزار منافرت انگیز اور فتنہ خیز کتاب کو فوری طور پر ضبط کر لیا جائے اور اس کے مولف و ناشر کے خلاف سخت کارروائی کر کے ملک کے کروڑوں فرزندان اسلام کے جذبات کا احترام کیا جائے۔

تنظیم اہلسنت لائلپور کی
قرار دادیں

تنظیم اہلسنت لائل پور کا ایک ہنگامی اجلاس زیر صدارت مولانا فتح محمد صاحب صدر تنظیم اہلسنت لائل پور منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل قرار دادیں متفقہ طور پر منظور ہوئیں۔

۱۔ تنظیم اہلسنت لائل پور کا یہ اجلاس "عائشہؓ اور خلافتِ علیؓ" نامی کتاب کی اشاعت کے خلاف گہرے غم و غصہ کا اظہار کرتے ہوئے گورنر مغربی پاکستان سے پُرزور مطالبہ کرتا ہے کہ اس کتاب کے ناشر اور مصنف کو قرار واقعی سزا دی جائے جنہوں نے اس کتاب میں اپنے خبثِ باطن کا اظہار کرتے ہوئے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے خلاف رکیک سوقیانہ اور ناروا حملے کئے ہیں اور اس طرح اہل اسلام کے جذبات کو مجروح کر کے فرقہ وارانہ منافرت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

۲۔ تنظیم اہل سنت لائل پور کا یہ اجلاس حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب خطیب جامعہ مسجد جڑانوالہ پر ۱۴ر فروری ۱۹۶۵ء کو کئے جانے والے حملہ کی مذمت کرتا ہے۔ اور مقامی افسران اور حکومت مغربی پاکستان سے پُرزور مطالبہ کرتا ہے کہ اس کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کرائی جا کر اس کا پس منظر دریافت کیا جاوے۔

۳۔ تنظیم اہلسنت لائل پور کا یہ اجلاس حکومت مغربی پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ ایسے غیر ملکی لٹریچر پر مکمل پابندی عائد کی جائے جس میں اسلام اور اہل اسلام کے متعلق بکواس کیا گیا ہے۔

(ناظم نشر و اشاعت تنظیم اہل سنت لائلپور)

حافظ نور محمد انور کو صدمہ

حافظ نور محمد انور ناظم ہفت روزہ "دعوت" کے چچا حاجی حافظ شیر محمد صاحب مورخہ ۷ شوال ۲۰ر فروری ۱۹۶۵ء کو ۷۵ سال کی عمر میں رحلت فرما گئے ہیں۔ مرحوم پابند صوم و صلوٰۃ ہونے کے علاوہ نہایت نیک اور مخلص انسان تھے۔ احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

تبلیغی اجلاس

مدرسہ جامعہ انوریہ تعلیم القرآن جامع مسجد نور منٹگمری کا افتتاحیہ تبلیغی اجتماع بتاریخ ۲۳، ۲۴ شوال ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۶، ۲۷ر فروری ۱۹۶۵ء منعقد ہو رہا ہے جس میں مولانا عبید اللہ انور، مولانا غلام غوث ہزاروی۔ مولانا محمد علی صاحب جالندھری مولانا عبد اللطیف صاحب (جہلم)، مولانا حامد میاں صاحب (لاہور) خطاب فرمائیں گے۔

بروز ہفتہ بعد نماز فجر مولانا حضرت عبید اللہ انور درس قرآن دیں گے۔

داخلے و اعلانات

قصبہ گکھڑ میں مرکزی دار التجوید کا قیام۔ اس کے سرپرست شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز صاحب صفدر ہوں گے جس میں صرف، نحو، ادب فقہ، تجوید کی ابتدائی کتابوں کے علاوہ حدیث شریف کی چند کتابیں اور قرآن کریم کا ترجمہ بھی شامل ہوگا۔ داخلہ ۳۰ شوال ۱۳۸۴ھ تک جاری رہے گا۔ صرف پختہ حفاظ کرام ہی کو داخلہ مل سکے گا۔
اللہ دتہ بٹ صدر انجمن اسلامیہ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ

مدرسہ نصرۃ الحق حنفیہ واقع جامع مسجد معظم نسبت روڈ لاہور میں طلبہ کا داخلہ شروع ہوگیا ہے جو ۲۰ شوال المکرم ۱۳۸۴ھ تک جاری رہے گا۔ علوم دینیہ کے شوقین طلبہ مدرسہ میں آکر صدر مدرس سے کوائف معلوم کریں۔
مستحق طلبہ کو وظائف بھی دیئے جائیں گے۔
(مہتمم مدرسہ نصرۃ الحق حنفیہ نسبت روڈ لاہور)

دار العلوم امینیہ ٹاہلیاں شاہاں مری روڈ راولپنڈی میں دورہ حدیث کے طلباء کے لئے داخلہ شروع ہے اس کے علاوہ صرف و نحو فقہ اصول کی کتابیں بھی پڑھائی جاتی ہیں۔ (ناظم نشر و اشاعت)

مدرسہ عربیہ بحر العلوم عیدگاہ کلورکوٹ ضلع میانوالی میں عربی کتب کے لئے جناب سید عبدالرحمن شاہ صاحب کی خدمات حاصل کر لی گئی ہیں لہٰذا علوم دینیہ اور قرأت و تجوید کے شائقین اس نادر موقع سے فائدہ اٹھائیں
(مہتمم مدرسہ عربیہ بحر العلوم عیدگاہ کلورکوٹ)

مدرسہ عربیہ جامعہ کریمیہ کا داخلہ ۵ شوال سے ۲۵ شوال ۱۳۸۴ھ تک جاری رہے گا۔ مدرسہ ہذا میں مشکوٰۃ و جلالین شریف تک تمام کتب متداولہ پڑھائی جا رہی ہیں۔ ذہین اور محنتی طلبا موقعہ سے فائدہ اٹھا کر جلد داخلہ لیں مدرسہ بیرونی طلبا کے قیام و طعام کا کفیل ہے۔
(ناظم ادارہ جامعہ کریمیہ محلہ محب علی شاہ کمالیہ (لائلپور)

دار العلوم عزیزیہ (رجسٹرڈ) بھیرہ میں طالبات علوم دینیہ کے لئے ۸ر فروری سے ۴ر مارچ تک داخلہ کھلا ہے۔ درس نظامیہ اور علوم شرقیہ کے طلبہ کے قیام، طعام اور دیگر ضروریات کا مدرسہ کفیل ہوگا۔
(ابرار احمد بگوی۔ اعزازی ناظم جامعہ)

لاہور کی معروف دینی درس گاہ مدرسہ عربیہ حنفیہ (رجسٹرڈ) بہاولپور ہاؤس لاہور کا داخلہ ۵ سے ۲۵ شوال تک جاری ہے علوم دینیہ عربیہ بالخصوص درس نظامی کے طلبہ درخواست ہائے داخلہ جناب مہتمم مدرسہ کے نام ارسال کریں یا اوقات تعلیم میں خود حاضر ہو کر ملاقات کریں۔
(محمد عبدالعلیم قاسمی)

مدرسہ اسلامیہ فاروقیہ رجسٹرڈ عقب کچہری ملتان میں از ۲۰ شوال تا شعبان شروع کیا جا رہا ہے۔ منتہی طلبا بذریعہ ڈاک مہتمم صاحب سے منظوری لے کر تشریف لائیں۔ داخلہ محدود ہے
مدرسہ ہذا کا دسواں سالانہ تبلیغی جلسہ ۹، ۱۰، ۱۱ اپریل مطابق ۶، ۷، ۸ ذوالحجہ جمعہ، ہفتہ، اتوار کو باغ لانگے خاں ملتان میں ہو رہا ہے۔ جس میں جمعیۃ العلمائے اسلام۔ تنظیم اہل سنت۔ تحفظ ختم نبوت کے نامور علماء کرام کے علاوہ دیگر اکابرین ملت بھی تشریف لا رہے ہیں۔
(عبدالرؤف ناظم مدرسہ اسلامیہ فاروقیہ رجسٹرڈ کچہری روڈ ملتان

بقیہ:- اداریہ

اور دوسرے مخرب اخلاق مراکز و عناصر کو قانون کی گرفت میں لایا جائے۔

۹۔ محلوں گلیوں اور بازاروں میں سے وہ تمام سستی لائبریریاں یکسر ختم کی جائیں جو انتہائی فحش لٹریچر اور نوجوانوں کو دینی اقدار سے منحرف کرنے والی کتب بکثرت پھیلا رہی ہیں اور جن سے متاثر ہو کر نوجوان لڑکیاں اور لڑکے دین سے بغاوت کا راستہ اختیار کر رہے ہیں۔

ہم مفتی صاحب کی تجاویز کو انتہائی مفید، ٹھوس اور جامع سمجھتے ہوئے ان کی حرف بحرف تائید کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی تجویز ۱ میں اس قدر اضافہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ اور قرآن عزیز کی بے حرمتی کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بے حرمتی کو بھی اسی نوع کا جرم قرار دیا جائے کیونکہ صحابہ کرامؓ کی اہانت درحقیقت رسول اللہ کی اہانت ہے قرآن کی اہانت ہے اور اللہ رب العزت کے فرقان کی اہانت ہے۔

ہم حکومت پاکستان، مدیران جرائد، علماء کرام اور عوام سب سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کی سر توڑ کوشش کریں۔
وما علینا الا البلاغ

بقیہ:- مجلس ذکر

چھین بھی سکتا ہے۔ وہ ہر غلط اور ناجائز کام کرنے سے رک جائے گا۔ کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ دھوکہ بازی۔ کم تولنا، بدزبانی، رشوت غرضیکہ ہر برائی سے اللہ تعالیٰ کی کثرت سے یاد کرنے کے باعث بچ جائے گا۔

اور ایسا ذاکر انسان صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر گذار ہوگا۔ کیونکہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں، مال، دولت، وقت، اولاد سب کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق خرچ کرنا شکران نعمت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کثرت سے اپنی یاد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بچوں کا صفحہ

غیبت

محمد صالح (بریلوی)

قرآن حکیم میں ارشاد ہے تم میں سے کوئی ایک دوسرے کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کرے۔ کیا وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا۔ یہ تو کوئی پسند نہیں کرے گا۔ تو پھر اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے"۔

دیکھئے کسی کی غیبت کرنا کتنا بڑا گناہ ہے کہ جیسے اپنے مردہ مسلمان بھائی کا گوشت کھانا۔ اب آپ کو غیبت کی قباحت کا اندازہ ہوگیا ہوگا۔ اس معاملہ میں ۹۵ فیصد لوگ گرفتار ہیں۔ جہاں دو چار شخص مل کر بیٹھے اور لگے برائی بھلائی کرنے۔ یہ عادت خاص کر عورتوں میں کثرت سے پائی جاتی ہے جس کا آپ کو خود تجربہ ہوگا۔ غیبت سے بچنے کے لئے پہلے اس کی تعریف جاننا ضروری ہے۔ پھر اس کا علاج معلوم کرنا چنانچہ میں آج حدیث کی روشنی میں بات بتانا چاہتا ہوں۔

غیبت کسے کہتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے معلوم کیا کہ کیا تم جانتے ہو غیبت کیا چیز ہے؟ سب نے نفی میں جواب دیا تو آپ ہی نے فرمایا دیکھو غیبت اس کو کہتے ہیں کہ تم اپنے بھائی کی ان باتوں کو اس کے پیچھے بیان کرو جن کا بیان تمھارے بھائی کو ناگوار ہو۔ اس پر لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جو باتیں اس کی ہم نے دوسروں سے کہی ہیں وہ درحقیقت بھائی کے اندر پائی جاتی ہوں۔ تب بھی کیا غیبت ہوگی؟ فرمایا اگر وہ بات جو تم نے کہی اس کے اندر موجود ہو تب ہی تو غیبت ہے ورنہ جو تم کہتے ہو وہ چیز اس میں نہ ہو تو یہ بہتان ہے جو غیبت سے بھی بُرا ہے) (مسلم) کسی کا اصل حال بھی اس کے پیچھے کہیں تو بھی گناہ میں شامل ہوتا ہے جس کے بارے میں ایک اور واقعہ پیش کرتا ہوں۔ حدیث شریف میں ہے کہ:

ایک روز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں کہا کہ وہ ٹھگنی اور ناٹی ہیں۔ آپ نے اس پر فوراً فرمایا کہ اگر تمہاری اس بات کو سمندر میں ملا دیا جائے تو سمندر کا پانی اس کی بدبو سے گندا ہو جائے"۔

دیکھا آپ نے! حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بات آپ کو اس قدر بُری لگی۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ میں نے تو ان کا اصل حال بیان کیا تھا۔ اس میں کیا برائی ہوگئی؟ آپ نے ارشاد فرمایا "میں ایسی بات ہرگز پسند نہیں کرتا۔ خواہ مجھ کو اس کے بدلے بڑی سے بڑی چیز کیوں نہ مل جائے"۔

ایک بار سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ سب لوگ روزہ رکھیں اور یہ بھی حکم دیا کہ جب تک افطار کرنے کی اجازت میں نہ دوں کوئی صاحب روزہ افطار نہ کریں۔ حضورؐ کے ارشاد پر لوگوں نے روزہ رکھا اور جب افطار کا وقت ہوا تو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے لگے، اور ہر ایک عرض کرتا کہ حضورؐ میں نے روزہ رکھا تھا افطار کی اجازت مرحمت فرما دیجئے۔ آپ اجازت دیتے گئے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ فلاں دو عورتوں نے بھی روزہ رکھا ہے انھیں بھی اجازت دے دیجئے۔ یہ سُن کر آپؐ نے اس شخص کی جانب سے منہ پھیر لیا۔ اس نے دوبارہ عرض کیا۔ آپ نے پھر منہ پھیر لیا۔ اس نے پھر تیسری بار عرض کیا۔ آپ نے فرمایا ان دونوں کا روزہ نہیں ہے۔ جو شخص دن بھر لوگوں کا گوشت کھاتے اس کا روزہ کیسے ہوگا۔ یعنی غیبت کرتی رہی تھیں وہ دونوں۔ تم اُن سے جاکر کہہ دو کہ اگر تمھارا روزہ ہے تو قے کرلو۔ چنانچہ ان دونوں عورتوں سے کہا گیا۔ حکم کے مطابق ان دونوں نے قے کرلی تو ہر ایک کے منہ سے جما ہوا خون نکلا۔ یہ تمام واقعہ حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا، قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر یہ جما ہوا خون ان کے پیٹوں میں رہ جاتا تو انہیں دوزخ کھا جاتی۔ اس واقعہ کے بعد ان عورتوں نے غیبت سے سچے دل سے توبہ کی۔

چغل خوری اور غیبت

غیبت بیان کرنے والا، سننے والا اور اس کو نقل کرنے والا اور چغلی کھانے والا سب گناہ گار ہیں۔ بخاری اور مسلم شریفین کی روایت میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ چغل خور جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ بہت سے لوگ بیچارے غیبت سے پرہیز تو کرتے ہیں اور نفرت بھی کرتے ہیں اور کبھی کسی کی چغلی نہیں کھاتے مگر ذرا سی بد احتیاطی سے وہ بھی چغل خوری کے حکم میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح غیبت کرتے نہیں لیکن دوسروں کی غیبت سنتے ہیں اور اس کو کچھ کہتے نہیں ہیں۔ اس بداحتیاطی کے عوام و خواص سب ہی شکار ہو رہے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ بندوں کا خوف اُن کے دل میں اللہ کے خوف پر غالب آچکا ہے۔ نعوذ باللہ تعالیٰ

غیبت سے بچنے کے دو نسخے

جب آپ کے سامنے کوئی شخص غیبت کرنے لگے تب آپ کو کیا کرنا چاہیئے تاکہ اس عذاب سے آپ بچ سکیں۔ میرے ذہن میں اس منحوس بلا سے بچنے کی دو آسان صورتیں آئی ہیں۔ اگر انھیں باتونکو عمل میں لایا جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ غیبت کی ناپاک عادت سے بخوبی بچا جاسکتا ہے۔ اول تو یہ بات کہ غیبت کرنے والے کو اپنے سامنے فوراً روک دے اور کہہ دے کہ جیسی غیبت کرنا بُرا ہے اور سننا بھی ایسا ہی ہے۔ مانا کہ تمہارا بیان درست ہے لیکن مجھ کو سنا کر خدا کے لئے گناہگار مت بنائیے بلکہ بہتر ہے کہ آپ بھی اس سے توبہ کرلیں ورنہ جو کہنا ہے اس کے سامنے کہئے گا۔

دوسرے آپ کے سامنے جب غیبت کی جائے تو اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس کی غیبت کی جارہی ہے اس کی طرف سے غیبت کرنے والے کی باتوں کا کاٹ اور ردکرو اور اس قسم کا اظہار کرو کہ یہ شخص تم کو اس کا موافق تصور کرے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ خود شرمندہ ہوکر لاجواب ہو جائے گا۔

فون نمبر ۶۷۵۴۵ ۲۰ ۲۶ر فروری ۱۹۶۵ء

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰/۱۲۸۱۴۴ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۵۶ء

مناقب صحابہؓ

اشتر زمیری

فلک پر مدحِ اصحابِ پیغمبر ہونے والی ہے
خصوصاً مدحتِ صدیق اکبرؓ ہونے والی ہے

ثنا ہونے کو ہے عالم میں پھر فاروقؓ و عثمانؓ کی
جہاں میں ہر طرف توصیف حیدرؓ ہونے والی ہے

زمیں تھرّا اٹھے گی نعرہ ہائے چار یاری سے
اذانِ دلکش اللہ اکبر ہونے والی ہے

فضائیں مسکراتی ہیں تبسّم ریز ہوتی ہیں
شبِ مہتاب ہے اور بزم اختر ہونے والی ہے

زمین پر منقبت ہوتی ہے اصحابِ محمدؐ کی
فلک سے بارشِ الطاف وارد ہونے والی ہے

جو مدّاح ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و حیدرؓ ہیں
عطا محشر میں ان کو جامِ کوثر ہونے والی ہے

تڑپ اٹھنے کو ہیں یکبار کیوں نکڑ ولوں کے دل میں
علم کی طرح شمشیر دو پیکر ہونے والی ہے

زمیں گنبد خضرا سے اک نور آنے والا ہے
جبین اہلسنت پھر منوّر ہونے والی ہے

چبھے گی دل میں جاکر مدحتِ اصحابؓ پیغمبر
زبانِ مردِ مومن نوک نشتر ہونے والی ہے

فرشتے لے چلے طیبہ کی جانب تحفہ مدحت کا
سلامی روبروئے قبر اطہر ہونے والی ہے

اشتر جنّت کی خواہش ہے تو ان کی منقبت کیجئے
شفاعت جن کے صدقے میں میسر ہونے والی ہے

(فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں زیر اہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا)